بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وفی الارض ایٰت للموقنین ۝ وفی انفسکم افلا تبصرون ۝
تاریخ طریقت
حقیقتِ تصوف
عطیہ قلم
جناب محمد نورالدین رحمۃ اللہ علیہ
اویسی، امینی، کشمیری
از خلفائے
جناب الحاج مولوی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ
اویسی، کشمیری (قطب الاقطاب)
شعبہ نشرواشاعت سلسلہ عالیہ اویسیہ
ایبٹ آباد (ہزارہ) پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وفی الارض ایت للموقنین ۝ وفی انفسکم افلا تبصرون ۝

عطیہ قلم

جناب محمد نور الدین رحمۃ اللہ علیہ

اویسی، امینی، کشمیری

از خلفائے

جناب الحاج مولوی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ

اویسی، کشمیری (قطب الاقطاب)

شعبہ نشر و اشاعت، سلسلہ عالیہ اویسیہ

ایبٹ آباد (ہزارہ) پاکستان

سلسلہ اویسیہ پبلی کیشنز

ایڈیشن : دوم

اشاعت : اپریل ۲۰۱۴ء

شعبہ نشرواشاعت

سلسلہ عالیہ اویسیہ

لنک روڈ ایبٹ آباد (ہزارہ) پاکستان

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	دیباچہ	۳	۱۹	صوفی سے کیا مراد ہے؟	۴۵
۲	تمہید	۶	۲۰	اسلام اور حقیقتِ طریقت	۴۵
۳	باب اول: اصولِ تصوف	۱۰	۲۱	روحانی مشاہدہ کی قوت اور ذرائع	۴۷
۴	تاریخی پسِ منظر	۱۲	۲۲	انسانی قوتِ مشاہدہ	۴۷
۵	اسلامی طریقِ عمل	۱۴	۲۳	انسانی فطری قوتیں	۵۰
۶	تعارفِ طریقت	۱۸	۲۴	حصولِ علم اور دماغ	۵۱
۷	طریقت کا ایرانی تصور	۱۹	۲۵	حواسِ خمسہ باطنی	۵۳
۸	ہادی کی ضرورت	۲۱	۲۶	ایثری لہریں اور حصولِ علم	۵۵
۹	بت پرستی کی ابتدا	۲۲	۲۷	روحِ حیوانی	۵۷
۱۰	استدراجی عمل کیا ہے؟	۲۶	۲۸	ایثر۔تاریخی پسِ منظر	۵۸
۱۱	اسلامی شریعت کی پابندی کے اثرات	۲۷	۲۹	ایثر۔اصل ذریعۂ علم	۵۸
۱۲	شریعت کی پابندی کی ضرورت	۲۸	۳۰	علم کیسے حاصل ہوتا ہے؟	۵۹
۱۳	ہندوستان کے قبل از اسلام مذاہب	۳۱	۳۱	شعور۔عقل اور حسِ مشترک	۶۰
۱۴	بدھ مت اور ہندوستان میں طریقت کا تصور	۳۴	۳۲	حواسِ خمسہ ظاہری و باطنی میں ایثر کا عمل	۶۲
۱۵	ہندوستان کے مہاتما	۳۷	۳۳	نیند کی کیفیت	۶۲
۱۶	حقیقی علمائے امت	۳۸	۳۴	نیند کی حالت میں مشاہدہ	۶۵
۱۷	تصوف اور اوتار	۴۳	۳۵	شعور کے ذریعہ مشاہدہ	۶۵
۱۸	تصوف اور صوفی	۴۴	۳۶	شعور کا نیند کی حالت میں مشاہدہ	۶۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۷	ماورائی ادراک کیفیتوں کا مشاہدہ	۷۰
۳۸	خواب میں دیکھنا	۷۲
۳۹	انسان ـــ جسم و روح کا مرقع	۷۲
۴۰	حافظہ اور اسکا فعل	۷۴
۴۱	ترتیب و طریق مشاہدہ	۷۷
۴۲	ماضی کی کیفیات و واقعات کا مشاہدہ	۷۸
۴۳	حال کی کیفیات و واقعات کا مشاہدہ	۷۹
۴۴	مستقبل کا مشاہدہ	۸۲
۴۵	کشف اور علم الغیب	۸۴
۴۶	روحِ حیوانی اور مشاہدہ	۸۵
۴۷	کائنات کی ابتدائی علت ـ نور	۸۶
۴۸	نوری کیفیات کا مشاہدہ	۸۸
۴۹	نوری مشاہدہ کا ذریعہ ـ روح رحمانی	۹۰
۵۰	نوری روح کا ''وجود''	۹۲
۵۱	روحِ رحمانی کا مسکن	۹۵
۵۲	باب دوم: مشاہدۂ اسرار الٰہی	۹۸
۵۳	تصورِ حقیقی اور کتب سماویہ	۱۰۰
۵۴	نشاناتِ خالقیت	۱۰۵
۵۵	معرفتِ الٰہی کی تکمیل	۱۰۶
۵۶	مشاہدہ میں آنے والی کیفیات	۱۰۷
۵۷	مراقبہ اور تصورِ پیر	۱۰۹
۵۸	مشاہدہ صرف نسبتِ پیر سے ممکن ہے	۱۱۱
۵۹	اول اجلاسِ محمدیؐ	۱۱۵
۶۰	سندِ ولایت حضورؐ عطا فرماتے ہیں	۱۱۶
۶۱	دوئم اجلاس محمدیؐ	۱۱۸
۶۲	سوئم اجلاس محمدیؐ	۱۲۲
۶۳	چہارم اجلاس محمدیؐ	۱۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا

یَا مُحَمَّدُ نِ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ

دیباچہ

تصوف کیا ہے؟ طریقت کی کیا حقیقت ہے؟ کیا طریقت اور شریعت باہم متضاد ہیں؟ یہ سوالات علماء اور محققین میں موضوع بحث رہے۔ جن میں متضاد نظریات سامنے آتے رہے۔ ایک گروہ بڑے شدّ و مد سے اسکا اظہار کرتا ہے کہ "تصوف اور طریقت" کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ قطعاً غیر اسلامی تصور ہے۔

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے جہاں اپنی کتب نور العرفان۔ علم العرفان۔ شرح منازل فقر۔ سیرت النبی ﷺ۔ خلافتِ اسلامی وغیرہ میں دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث سے یہ ثابت کیا۔ کہ طریقت شریعت کے متضاد نہیں بلکہ شریعت پر بطریق احسن عمل کا نام ہے۔ وہاں زیرِ نظر کتاب میں بڑے موثر۔ عام فہم۔ سائنٹیفک۔ مدلّل انداز میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ قاری اگر اپنے طے شدہ نظریات و خیالات سے صرفِ نظر کر کے مطالعہ کرے۔ تو "حقیقت تصوف" کو سمجھنے اور تاریخ طریقت سے باخبر ہونے میں کوئی امر مانع نہ ہوگا۔

''حقیقت تصوف'' میں آپؒ نے طریقت وتصوف کی ابتدا۔ وجہ تسمیہ۔ تصوف کی مختصر مگر جامع ارتقائی تاریخ۔ طریقت کا حقیقی مفہوم۔ اصول تصوف۔ طریقت سے متعلق علم وعمل۔ طریق عمل ــــ حواسِ خمسہ ظاہری و باطنی کا عمل۔ روح حیوانی اور مشاہدہ ــــ ماضی۔ حال اور مستقبل کے واقعات۔ ماورئ ادراک کیفیات کا۔ کی دل نشین اور سائنٹفک انداز میں وضاحت کی ہے۔ نیز روحِ رحمانی۔ مراقبہ۔ مشاہدۂ اسرارِ الٰہی ــــ عالمِ ملکوت۔ عالمِ جبروت۔ عالمِ لاہوت۔ ماورئ نوری عالم تا نورِ مجرد جس پر عرفانِ الٰہی کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ کو آسان فہم انداز میں وضاحت سے پیش کیا ہے۔ تاکہ ہر شخص کیلئے طریقت کے بنیادی تصور کو زیرِ نظر رکھ کر ''حقیقتِ تصوف'' کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

انسان کا مقصدِ حیات ــــ جسکا اشارہ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً میں دیا۔ اور جب انسان نے فساد وخون ریزی میں پڑ کر انحراف کیا۔ جسکی طرف ملائکہ نے قبل از وقت اشارہ کر دیا تھا کہ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ ۔ تو اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی یعنی انہی گم کردہ راہ۔ فساد وطغیان میں مبتلا انسانوں۔ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ میں اپنے منتخب انسانوں کو مبعوث کیا۔ جو انہیں لوگوں کی زبان میں انہی کے ماحول کے مطابق راہنمائی اور تربیت کا فریضہ انجام دیتے۔ تاکہ وہ اپنا مقصدِ حیات۔ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کی طرف رجوع کرے۔ اور اس طرح اسکی روحانی قوت مزکی ہو۔ اور وہ پھر اپنے مقام خلافت پر فائز ہو۔

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر محبوبِ خدا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جاری رہا۔ آپؐ کے بعد تا قیامِ قیامت آپؐ کے خلفاً ـــ علمائے حق ـــ اولیائے کاملین یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ کے مشن کو جاری رکھیں گے۔ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ جو سلسلہ اویسیہ جسکی نسبت و تعلق امام العاشقین حضرت خواجہ اویس قرنیؓ سے ہے۔ کے مہرِ تاباں ہیں۔ آپؒ نے اپنی زندگی کو اس مشن کیلئے وقف کر رکھا تھا۔

''حقیقتِ تصوف'' کا گذشتہ خوبصورت عکسی ایڈیشن ۱۹۹۰ء میں شعبہ نشر و اشاعت سلسلہ عالیہ اویسیہ نے انگلینڈ سے شائع کیا۔ متذکرہ ایڈیشن کو شائع ہوئے خاصا عرصہ بیت چکا ہے۔ اس کتاب کی روحانیت سے دلچسپی رکھنے والے میں بالعموم اور سلسلہ اویسیہ سے تعلق رکھنے والے احباب میں بالخصوص بڑی مانگ ہے اسلئے زیر نظر ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے۔ جس میں گذشتہ ایڈیشن میں رہ جانے والی کتابت کی اغلاط کی درستگی کر دی گئی ہے۔ ''حقیقت تصوف'' ایک مسلسل مضمون ہے (جو صرف دو ابواب میں تقسیم ہے)۔ عام قاری کی سہولت کے پیش نظر۔ کتاب کے شروع میں فہرست میں عنوانات دے دیئے ہیں تا کہ کتاب پڑھنے۔ سمجھنے اور ''حقیقت تصوف'' کے فہم میں آسانی ہو۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

(۱) محمد بشیر اویسی

(۲) ریاض احمد خیال اویسی

از غلامانِ حضرت محمد نور الدین اویسی امینیؒ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تمہید

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے۔کہ شریعتِ اسلامی (قرآن و حدیث) میں تصوف یا طریقت سے متعلق کوئی واضح ''تعارفی تصور'' ــــ دلیل وثبوت کے ساتھ پایا نہیں جاتا ــــ قطع نظر اس نظریہ کے ــــ اسلامی نظریہ کے مطابق جو کچھ تصوف۔یا طریقت سے متعلق (قرآنی آیات کی صورت میں) حقائق پیش کئے جاتے ہیں ۔عمومی حیثیت میں ــــ یا سائنسی تجربات و مشاہدات کی روشنی میں ــــ اسلامی اصول و دلائل پر تصوف یا طریقت کی حقیقت کو سمجھنا ــــ یا تسلیم کرنا مشکل امر ہے۔تا وقتیکہ ایسے حقائق (واقعات و کیفیات) کو عام عقول کی استطاعت کے مطابق۔عام فہم انداز میں پیش نہ کئے جائیں۔

فی زمانہ شریعتِ اسلامی سے متعلق ۔تصوف یا طریقت کے تعارفی نام سے جو تصور پیش کیا جاتا ہے۔یہ حقیقتاً اصل اسلامی تصور ــــ اصل اسلامی علم (قرآن و حدیث) ــــ شریعت کے بنیادی۔حقیقی تصور کے مطابق نہیں ــــ بلکہ کہا جاتا ہے ــــ اسلامی تصوف وطریقت ۔اصل ایرانی نظریہ کی اختراع ہے ــــ جبکہ قرآن و

حدیث سے۔تصوف وطریقت سے متعلق کوئی علم۔کوئی دلیل واضح نہیں ــــ حقیقتاً یہ خیال۔یہ نظریہ ــــ محض قرآنی علم سے لاعلمی کے باعث ہوسکتا ہے۔

حقیقتاً۔اسلامی تصوف۔طریقت ــــ شریعتِ اسلامی کا ایک اہم بنیادی تصور ہے۔جو شریعتِ اسلامی کی اہم جُز کی حیثیت رکھتا ہے ــــ جسکے متعلق خود قرآن و حدیث سے واضح دلائل موجود ہیں۔ضروری ہے ــــ کہ طریقت سے متعلق حقائق کو قرآنی آیات کی روشنی میں ــــ قرآنی دلائل۔اور سائنسی دلائل کے ساتھ عام فہم انداز میں پیش کیا جائے۔اس سلسلہ میں ''حقیقتِ تصوف''۔(تاریخِ طریقت)۔ہر خاص وعام ــــ ہر مکتبِ فکر کے مطالعہ واستفادہ کیلئے۔ترتیب دی گئی ہے۔جس میں روحانیت سے تعلق رکھنے والے قارئین سے سوا۔ہر فرد کیلئے۔اسلامی تصوف وطریقت کے حقیقی تصور ومفہوم کو سمجھنے میں دقت نہیں ــــ البتہ عمومی حیثیت میں عام عقول کے لئے اسلامی نظریہ کے مطابق۔طریقت سے متعلق ماورائے ادراک کیفیات آثار ورموز کا احاطہ کرنا دقت طلب امر ہے۔ایسے واقعات وکمالات پر عقلی قوت سے سوچنا شک وضلال کا سبب بن جاتا ہے۔اس طرح ایک حقیقت قبول کرنے میں بجائے تسلیم کے۔اعتراض و انکار کی صورت پیدا ہو جاتی ہے ــــ ضرورت اس امر کی ہے۔کہ ایسی مافوق العقل کیفیات کو سمجھنے کیلئے۔ایک بنیادی اصولِ فہم کو زیرِ نظر رکھکر تصوف یا طریقت کے بنیادی حقائق کو سمجھنا ضروری ہے۔کہ روحانیت میں طریقت اور تصوف کا حقیقی تصور کیا ہے؟

جاننا چاہیے۔کہ طریقت۔یا تصوف میں۔حقیقی تصور ــــ دو کیفیتیں ہیں

ــــ اول ماورائے ادراک عالم کے مقامات و کیفیات کے وجود کا تعین ــــ دوسرے ان کیفیات کا بالمشاہدہ علم حاصل کرنا۔

ماورائے ادراک کیفیات میں کائناتِ عالم کی تخلیقی ہیئتوں کی نشاندہی کرنا ــــ دوسرے ان کیفیات کی سیر میں۔ ان کیفیات تک رسائی ــــ اور انکی حقیقی ہیئتوں کا مشاہدہ کر کے ان کا حقیقی تصور حاصل کرنا۔ جنہیں اصطلاحِ طریقت میں۔ مشاہدۂ اسرارِ باطنی یا مشاہدۂ تخلیق اسرارِ الٰہی سے تعبیر دیا جاتا ہے۔

تخلیق الٰہی کے تابع کائنات کا ایک متعین مقام ہے۔ جس میں۔ نوری۔ ناری۔ خاکی کیفیات پائی جاتی ہیں ــــ انہیں کیفیات تک انسان کا رسائی پا کر بالمشاہدہ علم حاصل کرنا طریقت سے تعبیر ہے۔ ان کیفیات تک رسائی کیلئے۔ انسان میں بھی تین قوتیں پائی جاتی ہیں ــــ ایک خاکی جسم جس میں حواسِ خمسہ ــــ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ زبان اور لامسہ (چھونے کی قوت) پانچ حواس۔ عالمِ خاکی کی کیفیات کا علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

دوسری۔ روح ــــ جسے اصطلاحِ طریقت میں۔ روحِ حیوانی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ روح خاکی جسم میں حرکت پیدا کرنے والی ــــ یعنی زندہ رکھنے والی قوت ہے ــــ یہ روح ناری خاصیت کی حامل ہے۔ اسے ناری روح سے بھی تشبیہ دیا جاتا ہے ــــ اس روح سے غیر محسوس ناری کیفیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور جہاں تک کائنات میں عالمِ ناری کی وسعت ہے۔ اسی ناری روح سے ان مقامات تک رسائی۔ اور مشاہدہ و علم حاصل کیا جاتا ہے۔

تیسری۔نوری روح جسکا ذکر قرآن میں بھی ـــ وَ نَـفَـخْـتُ فِیْـهِ مِنْ رُّوْحِیْ کے بیان میں آیا ہے۔یہ خالص نوری کیفیت ہے۔انسانی جسم میں۔یہ روح صرف کائناتِ عالم کی نوری کیفیتوں تک رسائی اور مشاہدہ وعلم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔اسے روحِ رحمانی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

طریقت میں اصل مقصد۔کائناتِ عالم کی تمام نوری۔ناری۔خاکی کیفیتوں تک روحانی طور رسائی۔اور بالمشاہدہ ان کیفیات کا مشاہدہ وعلم حاصل کرنا ہے۔اور ان تمام کیفیات کا علم روحِ رحمانی (نوری روح) اور روحِ حیوانی (ناری روح) سے حاصل کیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں سلسلہ اویسیہ کی نسبت سے۔یہ کتاب (حقیقتِ تصوف) جس میں طریقت اور تصوف کی ابتدأ۔طریقت کا حقیقی مفہوم۔اور طریقت سے متعلق علم وعمل ـــ طریقِ عمل۔طریقت میں مشاہدہ کا عمل ـــ وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔تاکہ ہر شخص کیلئے طریقت کے بنیادی تصور کو زیرِ نظر رکھکر حقیقتِ تصوف سمجھنے میں آسانی ہو۔

محمد نورالدین اویسی امینی
مکان نمبر ۳۴۰۴
لنک روڈ ایبٹ آباد (ہزارہ) پاکستان

بابِ اوّل

اصولِ تصوف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰے رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مَنۡ یَّہۡدِ اللّٰہُ فَہُوَ الۡمُہۡتَدِ ج

وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ

تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا

مُّرۡشِدًا○

(پارہ ۱۵ سورۃ ۱۸ آیت ۱۷)

ہدایت اسی کو عطا کی جاتی ہے۔ جسے اللہ

ہدایت دینا چاہے۔ اور جسے گمراہ کرے۔

اسکو ولی و مرشد کی راہنمائی میسر نہیں ہوتی۔

باب اوّل

اصولِ تصوف

۔ا۔

لفظِ ''تصوف'' کا مفہوم ــــ یعنی صوف کا لباس پہننے والے ایک بزرگ کا روحانی علم وعمل۔ اور طریقِ عمل ــــ ''تصوف''۔ میں ۔''صوف'' کا مادہ ہے۔ صوف سے مراد۔ زرد گیروے رنگ کا سوتی لباس ــــ ''تصوف''۔ دراصل اسلامی اصطلاحِ شریعت میں۔ طریقت کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ جبکہ شریعتِ اسلامی میں۔ ابتدائی طور۔ تصوف کا کوئی تصور پایانہیں جاتا۔

ابتدائے زمانہ۔ شریعتِ اسلامی میں ۔تصوف کا تصور پایا گیا۔ نہ طریقت کا۔ تاہم بنیادی طور شریعتِ اسلامی میں طریقت کا ایک اہم تصور۔ موجود ہے۔ جس میں تصوف کا تصور شامل ہے۔ دراصل ''تصوف''۔ محض ایرانی اختراع ہے۔ جو ایرانی علماء (فقراء) نے طریقت کی جگہ۔ ''تصوف'' کا لفظ استعمال کیا ــــ اس سے علاوہ دنیا کے کسی مذہب۔ کسی فرقہ میں۔ ''تصوف'' ــــ کا تصور پایانہیں جاتا ــــ

جیسا کہ بیان ہوا۔ ''طریقت'' ــــ شریعتِ اسلامی کے علم وعمل طریقِ عمل سے منسوب ہے ــــ علم وعمل سے مراد ــــ قرآن وحدیث کا علم۔ طریقِ عمل سے

مراد ـــ قرآن وحدیث پر ایک مخصوص انداز میں عمل ـــ یعنی تزکیۂ نفس ـــ روزہ ـــ رات جاگنے۔اور تصور و مراقبہ و یکسوئی سے۔روحانی پاکیزگی حاصل کرکے۔ ماورائے ادراک کیفیات کا مشاہدہ ـــ اور روحانی کمالات وکرامات کا صدور ہونا ـــ لہٰذا ابتدائے اسلام اس عمل کیلئے کوئی مخصوص تعارفی نام یا تصور ـــ ''طریقت'' ـــ یا ''تصوف'' ـــ کا وضع نہیں ہوا۔

دراصل۔یہ علم وعمل ـــ طریقِ عمل ـــ مشاہدۂ روحانی۔اور مافوق العقل کرامات۔ابتدائے پیدائش کے ساتھ انسانی عمل میں شامل رہا۔اور بعدہٗ قدیم زمانہ سے ـــ قوموں کی مخصوص ہستیوں (نبیوں۔ولیوں) میں استعمال ہوتا رہا ـــ لیکن یہ عمل طریقت۔یا تصوف کے نام سے پہچانا نہیں جاتا تھا ـــ چنانچہ قدیم زمانہ میں۔ بنی اسرائیل قوم کے نبیوں ـــ حضرت یعقوبؑ۔یوسفؑ۔سلیمانؑ۔داوٗدؑ۔موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔اور دیگر انبیاء کے ذریعہ۔یہ عمل۔طریقِ عمل۔پیش کیا گیا۔جس سے انہیں ماورائے ادراک کیفیات کا مشاہدہ ـــ روحانی کمالات وکرامات کا ملکہ حاصل رہا۔ یہی علم وعمل۔(جو قوموں کی تہذیب اور زمانوں کے مطابق) ہندوستان میں قدیم آرین قوموں کے نبیوں (اوتاروں۔رشیوں۔مہاتماؤں) میں استعمال ہوتا رہا۔جن میں شری کرشن۔شری رامچندر۔اور دیگر اوتاروں کے کمالات ہندو قوم میں مشہور ہیں۔ اسی علم وعمل پر انکے مذاہب قائم تھے۔یہ علم وعمل انکے ''دین''۔سے تعلق رکھتا تھا۔جو آج تک ہندو دین کی اساس چلا آتا ہے۔قدیم آرین قوم کی تاریخیں۔زمانہ کی طوالت کے باعث اپنی اصلی حالت میں نہ محفوظ رہ سکیں ـــ نہ انکے پیروانِ مذاہب

اپنے نبیوں کے علم وعمل اور طریقِ عمل کو عملی طور محفوظ رکھ سکے۔ان نبیوں کے علم وعمل میں مبالغہ آمیز نظریات وعقائد شامل کر کے اصل علم۔اصل عمل استعمال نہ کیا گیا۔لیکن ان مذاہب کے پیروان (علماء) میں طریق عمل کے چند اجزاء مسلسل استعمال ہوتے رہے۔وہ ہے ــــ ہندو مذہب کے مہاتماؤں۔ براہمنوں۔کے وضع کردہ طریقِ عمل ــــ یعنی جنگلوں میں۔فاقہ (روزہ)۔رات جاگنا۔مراقبہ ویکسوئی۔جسم پر محنت ڈالنا۔ اور دنیا کی خواہشات سے کنارہ کشی سے روحانی پاکیزگی حاصل کر کے قوتِ مشاہدۂ روحانی ــــ اور روحانی کمالات وکرامات کا مظاہرہ کرنا یہی عمل ہندو مذہب میں ''تصوف''۔کے نام سے مشہور ہے۔اسی مشابہت پر فقرائے اسلام کے طریقِ عمل کو بھی ''تصوف''۔کے نام سے پکارا جاتا ہے ــــ اس حال میں کہ شریعتِ اسلامی میں بھی۔یہ علم وعمل۔اور طریقِ عمل۔قرآن وحدیث۔یا ''دین'' ــــ کے نام سے۔ استعمال ہوا۔جس میں طریقِ عمل میں قرآنی ضابطہ کے تحت۔چند مخصوص طریق۔ استعمال کئے گئے ــــ گو ان اعمال کو ''طریقت'' ــــ کے نام سے نسبت نہیں دیا گیا ــــ تاہم ان اعمال سے علمائے امت (اولیاءِ امت) نے روحانی مشاہدات۔اور روحانی کمالات وکرامات کا مظاہرہ کیا۔اس قرآنی ضابطہ میں مخصوص اعمال کا ذکر قرآن میں واضح طور کیا گیا۔اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا ○۔(پارہ ۱۵ سورۃ ۱۷ آیت ۷۸) قائم کریں نماز سورج ڈھلنے سے رات گہری ہونے تک۔اور صبح اندھیرے میں۔تحقیق صبح کے وقت پڑھنا (تصور ومراقبہ کے ساتھ) مشاہدے میں

آتا ہے۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ قلے عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (پارہ ۱۵ سورۃ ۱۷ آیت ۷۹) اور رات کو نماز پڑھیں ـــ یہ عمل فرض عبادت سے زائد عبادت کی صورت میں صرف آپؐ کے لئے مخصوص کیا جاتا ہے۔ عنقریب ہے۔ کہ آپؐ کا علم و عمل۔ آئندہ (قیامت تک) محفوظ، مخصوص اور معمول رہیگا ـــ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ (پارہ ۲۹ سورۃ ۷۳ آیت ۱ تا ۵) اے کملی اوڑھے نبیؐ ـــ اٹھیں رات کو مگر تھوڑا ـــ رات آدھی۔ یا اس میں کمی کریں۔ یا چاہیں تو زیادہ کریں۔ اور رات کو قرآن پڑھیں۔ تاکہ۔ القا کرے اللہ آپؐ پر کوئی قولِ ثقیل[1] (بارِ عظیم)۔ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ط (پارہ ۲۹ سورۃ ۷۳ آیت ۲۰) تحقیق آپ کا رب جانتا ہے۔ کہ آپؐ اٹھتے ہیں۔ عبادت کیلئے ـــ رات کو تھوڑا۔ رات کے تیسرے حصہ میں۔ اور تین چوتھائی رات۔ اور اس عبادت میں (جو صرف آپؐ کیلئے مخصوص ہے) آپ کے ساتھ ایک خاص جماعت بھی اس عمل میں شریک ہوتی ہے۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝ (پارہ ۲۹ سورۃ ۷۳ آیت ۶) تحقیق رات کا جاگنا کٹھن اثر کا حامل ہے۔ اور اس عمل سے انسان کی نفسانی (شیطانی) آلائشیں کچلی جاتی ہیں۔ اور روح

---

[1] یہ اشارہ آپؐ کے معراجِ جسمانی کی طرف ہے۔

میں قوت و پاکیزگی آتی ہے۔اور وعظ و تبلیغ میں اثر پیدا ہوتا ہے ___ (قوتِ کلام میں روحانی تاثیر پیدا ہوتی ہے) ۔

ان قرآنی آیات میں۔عبادات۔ایک مخصوص انداز۔مخصوص طریقہ پر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔یہ عبادت عام کیلئے نہیں۔بلکہ نَافِلَةً لَّکَ۔حضور ﷺ کیلئے مخصوص کی گئی۔اور اس عبادت کے اثرات بھی واضح کئے گئے ہیں ___ وہ یہ کہ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ۔یعنی دن کی پانچ وقت عبادتوں سے علاوہ۔رات کو جاگ کر اَقِمِ الصَّلٰوةَ۔نماز قائم کرنا ___ اور اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً رات جاگنے کی تاثیر۔اور نماز پڑھنے سے جسم کی کثیف آلائشیں کچلی جاتی ہیں۔رات کی عبادت میں۔محنت کا اثر۔رات جاگنے کا اثر۔اسکا نتیجہ روح میں لطافت پیدا ہوکر۔اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا یعنی روحانی قوت قوی ہوکر۔قرآن سے جو کچھ پڑھا جائے۔اس کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔بالفاظِ دیگر۔قرآنی آیات۔کے انوار (نُوْرٌ مُّبِيْنٌ) کا روحانی طور مشاہدہ ہو جاتا ہے۔یہ مشاہدہ روح کے ذریعہ ہوتا ہے۔ظاہر ہے۔یہ عمل اصل احکامِ شریعت سے علاوہ۔عبادت کی صورت میں۔ایک الگ ''نتیجہ'' رکھتا ہے۔اس عبادت میں ایک خاص طریق استعمال ہوتا ہے۔اس طریق سے۔ایک خاص نتیجۂ عمل (ثواب)۔وَطْاً۔(نفسانی آلائشوں کا کچلا جانا)۔جس سے روحانی کمالات و کرامات کا صدور ہونا ایک فطری عمل ہے ___ اسی عمل میں روحانی مشاہدہ بھی شامل ہے۔

قرآنی آیات کے مطابق یہ عمل حضور ﷺ کیلئے مخصوص ہوا ___ ظاہر ہے

اس خصوصیت میں۔ ''ملکۂ نبوت'' ـــــ کا اظہار ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو تلاوتِ قرآن میں۔قرآن کے تمام متشابہات۔اسرار وحکمت کا مشاہدہ حاصل ہوا ـــــ کہ ''نبی''۔ ہونے کی حیثیت میں۔آپؐ شاہدِ اسرارِ معرفتِ الٰہی ہیں ـــــ اور جیسا قرآن خود نشاندہی کرتا ہے۔کہ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ۔صحابہ کی ایک جماعت بھی۔رات جاگنے۔نماز ادا کرنے۔تلاوتِ قرآن کرنے میں آپ ﷺ کے شریک ہے۔لہذا انہیں بھی۔اس عمل سے۔رات جاگنے۔تہجد ادا کرنے۔تلاوتِ قرآن کرنے کے اثرات۔مشاہدہ روحانی (مَشْهُـــــوْدًا) اور روحانی کمالات وکرامات حاصل ہونا یقینی ہے۔ہاں۔عباداتِ شریعت۔نماز۔روزہ۔زکوٰۃ۔حج کے مقابلہ میں۔اس عبادت کا کوئی نصوص ''تعارفی نام'' ـــــ نہیں دیا گیا ـــــ سوائے اسکے کہ اس عبادت کو ـــــ ایک مخصوص۔ ''علم وعمل''۔مخصوص ''طریقِ عمل'' ـــــ سے منسوب کیا جائے۔جو شرعی احکامِ عبادت سے علاوہ تصور ہوتا ہے۔

ان قرآنی آیات کی روشنی میں۔یہ واضح ہوتا ہے۔کہ عام شرعی احکامِ عبادت۔نماز۔روزہ۔زکوٰۃ۔حج یہ اعمال ''شریعت'' سے تعبیر ہوتے ہیں اور ان احکامِ عبادت سے علاوہ ـــــ زائد احکامِ عبادت میں۔ایک خاص عمل ـــــ خاص انداز میں ادا کرنے سے۔اس عمل کی حیثیت۔زائد یا الگ ہو جاتی ہے ـــــ لہذا ـــــ اس عبادت یعنی رات جاگنے۔رات میں نماز ادا کرنے۔اور تلاوتِ قرآن کرنے کے نتیجہ میں۔روحانی آثار واسرار کا مشاہدہ ہونا ـــــ اور وَطْـاً ـــــ روحانی پاکیزگی کے نتیجہ میں۔روحانی کمالات وکرامات کا حاصل ہونا ـــــ ''طریقت''۔سے موسوم کیا گیا

ہے ـــــ گو ابتدائے اسلام۔اس عمل کو۔اس عبادت کے مطابق کسی خاص تعارفی نام سے پکارا نہیں گیا۔لیکن اسلام میں "مروجہ طریقت" ـــــ کا تصور۔اسی علم و عمل۔ طریقِ عمل سے تعلق رکھتا ہے۔

اب اسی بنیادی نکتہ پر۔شریعت میں۔تاریخِ تصوف و طریقت۔کی وضاحت پیش کی جاتی ہے ـــــ حضور ﷺ اور وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ۔صحابہ کی مخصوص جماعت کے "علم و عمل" ـــــ کی تبلیغ واشاعت میں۔شریعت میں قرآن و حدیث کا اجرا ہوا ـــــ اور اسکے ساتھ اسی انداز میں۔ان مخصوص آیاتِ قرآنی پر بھی عمل ہوا ـــــ جس میں "عمل" کا ایک ہی انداز (شریعت کا) تھا لیکن ان آیات کے اثرات مخصوص ہیں۔جو اثرات ایک مخصوص جماعت سے نسبت رکھتے ہیں ـــــ یا ان آیات پر عمل سے ایک مخصوص جماعت تشکیل پاتی ہے ـــــ کیونکہ قرآن نے خود حضور ﷺ کے صحابہ میں۔اس مخصوص۔علم و عمل کے نتیجہ میں۔ایک مخصوص جماعت (وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ) کی تخصیص بیان کی ـــــ لہذا یہ عبادت ایک مخصوص جماعت کیلئے مخصوص کی جاتی ہے یہی وہ جماعت ہے۔جسے امتِ محمدی ﷺ میں علمائے امت یا "اولیائے امت" سے موسوم کیا جاتا ہے ـــــ اور یہی علم و عمل۔جو قرآن نے زائد احکام کی صورت میں۔مخصوص انداز میں پیش کیا۔"طریقت" سے تعبیر دیا جاتا ہے۔ یعنی حصولِ معرفت کیلئے ـــــ ایک مخصوص علم و عمل۔اور طریق عمل سے۔ایک اثر ـــــ نتیجۂ عمل سے۔معرفت کا حاصل ہونا۔"طریقت" سے تعبیر ہے۔

ہاں! یہ عمل عبادت کا جوہر ہے۔جو شریعت کا جوہر ہے۔ایک خاص علم ایک

خاص عمل ہے۔یہی عمل۔یہی علم۔حضورﷺ کے طائفۂ خاص امتِ محمدیﷺ ہر زمانہ میں پیش کرتے رہینگے۔جوطریقت کے تعارفی نام سے متعارف ہوتا رہیگا ـــــ یہی علم وعمل حضورﷺ کے بعد مخصوص اولیائے امت ہر زمانہ میں پیش کرتے آئے ـــــ کیونکہ یہ علم وعمل قرآنی آیات واحکامات میں شامل ہے ـــــ اس علم کے اجرا کی ایک علیٰحدہ ترتیب رہی ـــــ

ابتدائے رسالت میں جیسا قرآن سے واضح ہے۔یہ علم وعمل اسی انداز سے جاری رہا۔جسکے لئے۔ابتداءً ''طریقت''۔کا تصور پایا نہیں جاتا ـــــ اسکے بعد خلافتِ اربعہ ـــــ اور بعد کے خلفاء کے زمانہ میں۔جہاں خلافت (خلافتِ اسلامی) کے ذریعہ شریعت کا اجرا ہوتا رہا۔یہ علم بھی شریعت کے ساتھ جاری رہا۔اور جب۔خلافتِ اسلامی (بعد کی خلافتوں۔خلافتِ عباسی۔خلافتِ عثمانی) میں شریعت (نماز۔روزہ۔زکوٰۃ وغیرہ) پر عمل کم ہوتا گیا۔طریقت کے عمل پر بھی توجہ کم ہوتی گئی۔اور یہ عمل اسی طرح (بغیر تعارفی نام وضع کئے) خلافتِ عثمانیہ ترکیہ تک پہنچا۔

واضح ہو۔کہ شریعت ـــــ طریقت ـــــ کا عمل براہِ راست۔عرب (مکہ ومدینہ) سے جاری ہوا ـــــ یہ عمل قرآنی احکام کے مطابق ہے۔اس حال میں کہ ''طریقت'' ـــــ شریعت کے تصور میں شامل رہا۔اسکی کوئی علیٰحدہ حیثیت محسوس نہیں کی گئی ـــــ خلافتِ عثمانیہ کے زمانہ میں ـــــ خلافت کا اثر۔ترکیہ کے ملحقہ ملک ایران پر غالب رہا ـــــ لہذا۔شریعت۔اور خاص کر طریقت کا اثر۔ایران پر غالب رہا ـــــ اس وقت ایران میں بھی۔طریقت کا عمل جاری تھا۔ایران پر قدیم زمانہ سے آرین

تہذیب کا غلبہ رہا ___ جس میں۔اشوک کے دورِ اقتدار میں ___ اور اس سے قبل۔ شاستر۔ سنسکرت اور بدھ مت کے مذہب کے طریقِ علم و عمل پر۔طریقت کا عمل استعمال ہوتا تھا ___ ظاہر ہے ایران میں۔بدھی۔برہمنی طریق عمل میں۔جنگلوں کی تنہائیوں میں ریاضت۔مراقبہ و یکسوئی ___ فاقہ کشی۔خواہشاتِ دنیاوی سے کنارہ کشی۔کے ساتھ۔گیان (تپسیا) کا عمل پیشتر جاری تھا ___ اس عمل سے بھی۔مشاہداتِ روحانی ___ اور روحانی کمالات و کرامات کا مظاہرہ کیا جاتا رہا ___ دوسری طرف۔ خلافتِ اسلامی میں۔شریعتِ اسلامی کا شرعی عمل اور زائد عبادت میں طریقت کا عمل بھی علمائے اسلام میں استعمال ہوتا رہا۔جسکے نتیجہ میں۔ہر دو طریقِ اعمال میں۔ روحانی مشاہدات۔اور روحانی کمالات کا یکساں مظاہر ہوتا رہا۔زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ۔خلافتِ عثمانیہ کے آخری دور میں۔خلفائے اسلام میں وہ شرعی عبادات کی پابندی ___ کامل نہ رہ سکی۔نہ علمائے اسلام میں وہ۔روحانی ___ ایمانی قوت قائم رہی ___ کہ شریعت کے عمل کے ساتھ ___ زائد عبادت سے روحانی کمالات و مشاہدات کا حقیقی مظاہرہ جاری رکھ سکیں۔نتیجہ یہ ہوا۔کہ علمائے اسلام ___ اور دینِ اسلام کا حقیقی روحانی اثر۔ایران پر کاملاً غالب نہ ہوسکا۔جس سے ایران میں اسلام کی شرعی (شریعت) حیثیت نمایاں ہوتی ___

یہ حقیقت ہے۔کہ انسانی پیدائش اسی مقصد کی تکمیل کیلئے ہوئی ___ کہ انسان روحانی مشاہدات۔اور روحانی کمالات و کرامات سے مزیّن۔ملائکہ کی روحانیت کے مقابلہ میں فضیلت یافتہ ہو ___ اور اس قرآنی اعلان۔اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ

خَـــلِیْـــفَةً ط (پارہ اول سورۃ ۲ آیت ۳۰) کا اصل مفہوم بھی یہی ہے۔ کہ زمین پر انسان۔ صاحبِ مشاہدہ۔ صاحبِ معرفت۔ صاحبِ کمال پیدا کیا جائے چنانچہ قرآن نے ان صفات کیلئے اسکی خصوصیاتِ۔ علم وعمل کا واضح اشارہ دیا۔ وَ عَــلَّــمَ اٰدَمَ الْاَسْـمَـآءَ کُـلَّهَـا (پارہ اول سورۃ ۲ آیت ۳۱)۔ کہ انسانِ اول حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے (وھبی طور) تمام عالمِ روحانی۔ اسرار و آثارِ ملکوتی کا مشاہدہ کرایا۔ حقیقتاً یہی عمل ــــ یہی علم ــــ ''طریقت'' سے تشبیہ ہے ــــ جو علم وعمل ابتدائے زمانہ ''طریقت'' کے لفظی نام سے متعارف نہیں تھا۔ لیکن اس علم وعمل میں۔ ''طریقت'' ــــ کا تصور موجود تھا ــــ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اولادِ آدم میں جب فساد وخونریزی کا دور شروع ہوا۔ تو انسانی فلاح وہدائت کیلئے وعدہٗ الٰہی کے تحت بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ'' ۔ اولادآدم فساد وخونریزی پر اتر آئیگی ــــ تو میں فَـاِمَّـا یَـاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی (پارہ اول سورۃ ۲ آیت ۳۸)۔ ایک ہدائت اصلاح انسانی کیلئے۔ ایک رسول ونبی کے ذریعہ بھیجونگا ــــ یہی ''هُــدًی'' ــــ ہدایت ــــ ''شریعت'' سے تعبیر ہے ــــ لہذا قرآن نے دونوں۔ انواعِ علم کی نشاندہی کر دی کہ ہدایت۔ شریعت کے احکام کی صورت میں نازل ہوگی۔ اور اسی شرعی حکم میں ــــ ایک علم وعمل بھی نازل ہوگا۔ جو علم۔ عمل محض تزکیہ نفس۔ روحانی پاکیزگی سے۔ عَـلَّـمَ... اَسْـمَـآءَ کُـلَّهَـا۔ مشاہدہٗ۔ اسماءِ روحانی۔ اور روحانی کمالات وکرامات کیلئے۔ ایک ''نبی'' کے ذریعہ استعمال ہوگا ــــ لہذا ــــ ابتدائے پیدائشِ انسانی ــــ سے ہی یہ امر طے شدہ ہے۔ کہ انسانی عروج۔

اور مراتبِ فضیلت پانے کیلئے۔ایک ''ہدایت[1]'' ـــــ ''علم وعمل'' ـــــ اور ایک ''نبی'' ـــــ ''رسول'' مبعوث ہوا ـــــ اسی ضابطۂ الٰہی کے تحت ہر زمانہ میں۔ایک ۔رہبر۔ھادی ـــــ مبعوث ہوا۔جسے ہدایت ـــــ (شریعت وطریقت) کا علم وعمل دیا گیا ـــــ

جیسا کہ قرآنی بیان سے واضح ہے۔کہ ہر قوم میں۔ہر''نبی'' کو ایک شریعت (عبادات کی شکل میں) دی گئی ـــــ جو نماز ـــــ روزہ ـــــ زکوٰۃ کی صورت

---

[1] درحقیقت منصوبۂ الٰہی کے تحت۔ابتدا سے ہی۔یہ امر طے تھا۔کہ۔ہر قوم میں ایک نبی مبعوث ہوتا رہا۔اور ہر نبی کے علم میں اولاً مراقبہ میں نبی کا تصور کر کے مشاہدہ حاصل کیا جاتا۔دراصل نبی کے مبعوث ہونے کا یہ ایک مخصوص طریق تھا۔کہ مشاہدہ اسرار ومعرفت حاصل ہونے کیلئے۔نبی کا تصور کیا جاتا ـــــ یہ دین کی اصل تھی۔کہ بحثیت خلیفہ۔انسان کو مشاہدہ اسماء۔معرفت الٰہی حاصل ہو ـــــ جیسا کہ ابتدائے تخلیق انسانی میں آدم کو علم الاسماء دیا گیا۔آدم کے بعد ہر نبی کو یہی علم الاسماء۔کا علم ومشاہدہ دیا گیا ـــــ یہی شریعت وطریقت مخلوق انسانی تک پہنچانے کا طریق رہا۔کہ نبی خود بحثیت ھادی۔رہبر طریقِ طریقت پر راہنمائی کر کے۔مشاہدۂ اسرارِالٰہی (علم الاسماء) دیتا رہا۔جس میں حصول مشاہدہ کیلئے۔نبی کا تصور لازم تھا۔اسی تصورِ نبی پر مشاہدات باطنی ہوتے۔جس میں اسرارِ باطنی کا مشاہدہ ہوتا ـــــ نبی کے بعد۔نبی کے قائم مقام خلفاً یہ عمل پورا کرتے۔جس میں نبی کے بعد خلیفۂ نبی کے تصور کے ساتھ مراقبہ کیا جاتا۔جس سے مشاہدۂ باطنی حاصل ہو کر اسرار الٰہی کا مشاہدہ ہوتا ـــــ بالآخر زمانہ کی طوالت اور لوگوں میں دین سے بے رغبتی اور تساہل کی وجہ یا ایک خلیفہ میسر نہ آنے کی وجہ سے لوگوں نے خیالی تصور کے ذریعہ۔نبی یا خلیفہ کی تصویر تراش کر مراقبہ میں تصور حاصل کرنے کا طریق اختیار کیا۔جس سے تصورِ حقیقی حاصل ہونے میں مدد لی گئی۔اسی طریق میں۔جیسا کہ ایک ولی کی راہنمائی سے مدد حاصل کی جاتی۔تو لوگوں نے عقیدت کی بناء پر نبی کی شبیہ سے مدد لینا شروع کی۔لیکن مکمل راہنمائی میسر نہ آنے کی وجہ سے اور لوگوں میں کامل تزکیہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں مشاہدہ کی قوت حاصل نہ ہو سکی اور علم نہ ہونے کے سبب اسی شبیہ کو اصل کی جگہ استعمال کر کے ان شبیہوں سے حصولِ دنیا میں مدد مانگنا شروع کی اور یہی عمل آخر بت پرستی کا سبب بنا ـــــ

میں۔الہامی کتابوں (یا کلام الٰہی) کی صورت میں دی گئی اسی شریعت میں ۔ایک مخصوص علم وعمل۔رات جاگنا۔فاقہ (روزہ)۔راتوں میں نماز۔وتلاوت کی صورت میں عبادت بھی شامل رکھی گئی۔اوراس عمل کے اثرات بھی ــــ روحانی پاکیزگی سے مشاہداتِ روحانی۔اورکمالات کا حاصل ہونا ہے ــــ لہذا۔آئندہ۔ہرزمانہ میں۔ہر قوم میں۔انکی تہذیب ــــ انکی زبانوں میں ــــ انکے ماحول کے مطابق۔ایک نبی ــــ ایک ہدایت[۱]۔شریعت وطریقت کا سلسلہ جاری رہا ــــ البتہ انسانی سرشت و خصلت کے تابع انسان اپنی اعلیٰ صفات کومستقلاً قائم نہ رکھ سکا۔جسکے لئے ہرزمانہ میں۔ایک نبی۔ایک ہدایت بھیجی جاتی رہی ــــ جس میں۔شریعت وطریقت کاعلم و عمل ہی پیش کیا جاتا رہا۔

انسانی پیدائش کروڑوں سال سے جاری ہے۔اسی انداز سے انسانی آبادی میں قوموں کی تشکیل ہوتی رہی۔جن میں مختلف تہذیبیں۔مختلف زبانیں ــــ وجود میں آتی رہیں۔اسی طرح ان قوموں کی تہذیب وزبان کے مطابق۔نبی ــــ اور ہدایت بھی انہیں کی زبانوں کے مطابق آتی رہی ــــ تاریخ انکے آثار کی نشاندہی نہیں کر

---

۱ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ ط (پارہ۱۳ سورۃ۱۴ آیت۴) نہیں بھیجا ہم نے رسولوں میں سے۔مگر قوموں میں انہیں کی زبان میں تا کہ بیان کی جائیں انکے لئے اللہ کی آیات۔پس اللہ گمراہ کرتا ہے۔جسکو چاہے اور ''ہدایت'' دیتا ہے جسے چاہے۔یعنی اسی ہدایت اور نبی سے بعض نے حقیقت کو پالیا۔اور بعض بوجہ علم نہ ہونے کے بت پرستی اختیار کرکے گمراہ ہو گئے اس حال میں۔کہ انہوں نے آنے والے نبی کے حقیقی علم وراہنمائی قبول کرنے سے انکار کردیا۔

سکتی۔سوائے اسکے کہ فطری پیدائش کے مطابق یہ تسلیم کیا جائے ـــــ کہ فی الواقع۔ انسان پیدا ہوتے رہے۔قومیں بنتی رہیں۔ان میں۔ نبی آتے رہے۔اور انکے لئے شریعت وطریقت کا علم وعمل استعمال ہوتا رہا ـــــ

قرآن نے ابتدائے پیدائش کے حوالہ سے۔انسانی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے بیان کی۔جنہیں **علم الاسماء** میں۔مشاہدۂ روحانی اور کمالاتِ انسانی عطا کیا گیا ـــــ اسی کیفیت کو حقیقتاً ''طریقت'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ہاں اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوائے طریقِ مشاہدۂ اسرار الٰہی۔اور کوئی ـــــ **ھـــدایـــت** یا شریعت۔پیش نہیں کی گئی۔لہذا یہ کہا جاسکتا ہے۔کہ انسانی پیدائش کیلئے سوائے **علم الاسماء**۔مشاہدۂ معرفت الٰہی۔مشاہدۂ روحانی ـــــ کسی اور ''شریعت'' ـــــ کا تصور پایا نہیں جاتا تھا سوائے اسکے قرآن نے حضرت آدم کی لغزش پر یہ ایک خاص اعلان کیا جو آئندہ آنے والی نسلوں (اولادِ آدم) کیلئے مقرر ہوا۔یعنی **فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی**۔جسے **هُدٰیَ** کے تصور میں پیش کیا گیا۔اور اسی **هُدًی** کو اسلام (ابتدائے زمانہ بعثت رسول) میں شریعت کے نام سے موسوم کیا گیا۔یہ شریعت حضرت نوحؑ کے زمانہ سے استعمال ہوئی۔جس میں طریقت کا علم۔اصل ـــــ اور بنیادی علم تصور کیا جاتا ہے۔حضرت آدمؑ کے بعد قرآن نے حضرت نوح علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ''نبی'' کا مبعوث ہونا بیان کیا۔اور نوحؑ کے بعد انکی اولاد میں چار اولادوں سے۔قوم کی شکل میں۔مخلوق زمین پر پھیلی۔اسی اولاد سے۔ایک لڑکے ہام سے۔وسط ایشیا۔ مصر۔شام۔روم۔یونان۔ترکی۔ایران تک۔انکی اولاد پھیلی۔اسی قوم سے آرین

قوم پیدا ہوئی۔اور زیادہ تر تواریخی آثار سے اسی قوم کے واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔کہ ان میں بھی نبیوں کا ظہور رہا۔جنہوں نے اس مخلوق کیلئے۔شریعت وطریقت کا علم پیش کیا۔اسی بنیاد پر آرین قوم کے۔دین کی اساس قائم ہے۔جو مدتوں آرین قوم میں استعمال ہوتا رہا۔اس علم میں۔شریعت وطریقت کا علم پیش کیا جاتا رہا جو ان قوموں کے نبیوں کے ذریعہ آتا رہا۔جس میں۔نماز۔روزہ۔زکوۃ کے احکام ہونے لازمی تھے۔لیکن زمانہ کی طوالت اور عروج وزوال کے نتیجہ میں اس قوم میں شریعت کا علم زیادہ استعمال نہ رہا۔اس وجہ سے ان قوموں کے ''دین''۔۔۔''مذہب'' سے شریعت کے علم کا پتہ نہیں چلتا۔البتہ ان قوموں میں۔انکے نبیوں کے ذریعہ علمِ طریقت کا زیادہ استعمال رہا۔وہ یہ کہ۔علم الاسماء کی خصوصیت پر ان مذاہب (ادیان) میں زیادہ تر تصور و مراقبہ۔رات جاگنا۔روزہ۔مجاہدہ سے۔روحانی مشاہدات میں۔روحانی عالمِ اسرار کا مشاہدہ۔حاصل ہونا اصل مقصد۔بلکہ اصل شریعت تصور کیا جاتا تھا۔۔۔یہ ایک حقیقی عمل تھا۔جس سے اسماء کا علم ومشاہدہ حاصل کیا جاتا تھا۔جس سے انکے مقصد کی تکمیل ہوتی تھی۔جو ہر زمانہ میں آئندہ قوموں کا ''علم وعمل'' مقرر ہوا۔۔۔یہی عمل ''دینِ اسلام'' سے موسوم تھا۔۔۔اسی الٰہی ''علم وعمل'' پر انبیاء اور انکی امتوں نے۔تحقیق کر کے ظاہر و باطن کی ترقی میں عظیم کارنامے انجام دیکر عروج حاصل کیا۔یہی علم وعمل آئندہ آنے والی قوموں کی ہدایت وراہنمائی۔اور عروج کا ذریعہ بنا۔۔۔جیسا کہ بیان ہوا۔ان قوموں کا مسکن۔مصر وشام۔یونان۔روم ہی رہا۔اس لئے یہ ممالک جملہ علوم کا گہوارہ رہے انہیں ممالک اور انہیں لوگوں کی

تہذیب وتمدن۔اور علمی عروج پر آئندہ آنے والی قوموں اور مذاہب کے علوم۔ وعمل کی تعمیر ہوتی رہی ـــــ یہ واضح اور محقق ہے۔ کہ قوموں میں نبی۔اور الٰہی علم کی صورت میں۔شریعت اور طریقت ہی استعمال ہوتا رہا اور دیگر تمام علوم اسی شریعت وطریقت سے ماخوذ ہیں۔اور آرین قوموں میں استعمال ''دینِ اسلام''۔ میں۔ شریعت و طریقت ہی کا علم بنیادی علم مانا جاتا ہے۔

المختصر اسلامی خلافت۔خلافتِ عثمانیہ۔کے دورِ اقتدار میں۔ترکی ایران میں۔اسی قدیم آرین قوم ـــــ مصر۔روم۔یونان۔ کاعلم استعمال ہوتا تھا۔جس میں۔شریعت کے احکامات۔نماز۔روزہ۔زکوٰۃ۔جیسے الٰہی احکام تھے۔زمانہ کے ساتھ اس عمل کی نوعیت بدلتی رہی۔یہ عمل شریعت کے تعارفی نام سے متعارف تھا۔لیکن اس عمل پر مداومت نہیں کی گئی۔بجائے اسکے علماء(خواہ وہ رشیوں کی شکل میں ہوں یا براہمنوں کی شکل میں)علمِ طریقت پر عمل کر کے روحانی مشاہدات۔اور روحانی کمالات حاصل کر کے اپنے علم کا اجرا کرتے تھے ـــــ اس علم کی دو نوعتیں تھیں۔ایک عمل ''شریعت'' کے علم وعمل کے ساتھ دینِ اسلام سے متصور تھا۔کہ یہ علم انسانی عروج وارتقا میں مفید ثابت تھا۔کہ اس عمل میں انسان کی روحانی (نورانی) قوتیں برسرِ عمل رہتی تھیں ـــــ دوسرا بغیر شریعت کے عمل (نماز۔روزہ۔زکوٰۃ) کے صرف تزکیہ مجاہدہ سے۔اپنی روحانی قوت کو جلا دیکر۔روحانی مشاہدات وکمالات حاصل کرنا ـــــ چونکہ اس عمل میں۔مثل علمِ شریعت کے۔مافوق العقل کمالات کا مظاہرہ ہوتا تھا۔اسلئے ایسے عمل کو بھی دین کی جز سمجھا جاتا تھا۔لیکن اس عمل میں چونکہ انسانی ناری روح (روح حیوانی)

برسرِ عمل رہتی ہے۔اس روح کا خاصا ہے۔کہ یہ ناری جنس سے تعلق رکھتی ہے۔
شیطانی قوت بھی ناری جنس سے ہے۔اسلئے اپنی جنس کے اعتبار سے۔اپنی قوت
میں۔اس قوت سے بجائے اصلاح۔بجائے روحانی تعمیر کے۔تخریبی عمل کا زیادہ
احتمال ہوتا ہے اور یہ اس روح کا خاصا ہے۔کہ تقویت حاصل کرنے پر یہ قوت انسان
کی ضرر رسانی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔اس اعتبار سے۔اس روح کے ذریعہ بغیر
شریعت (روزہ۔نماز۔زکوٰۃ) کے عمل کے۔تخریب کا عمل صادر ہونے کی وجہ سے۔
اس عمل کو استدراجی یا شیطانی عمل سے تعبیر دیا جاتا ہے۔

خلافتِ عثمانی کے دور مین جب خلافت کے ساتھ علمائے اسلام ترکی میں
داخل ہوئے۔تو انکے ساتھ۔اسلامی۔شریعت وطریقت کا قرآنی علم وعمل ترکی اور
ایران میں استعمال ہوا ___ جس میں ___ قرآنی احکام کے مطابق۔نماز۔روزہ۔زکوٰۃ
۔حج۔احسان۔شریعت کی شکل میں استعمال ہوا اور۔قرآنی احکام کے مطابق۔جیسا
گذشتہ طریقت کے متعلق۔رات جاگنا۔روزہ۔تہجد۔تلاوتِ قرآن۔تزکیہ نفس۔کا
عمل دین وشریعت میں جاری تھا۔یہ عمل طریقت کی شکل میں استعمال ہوا۔

ہاں! ___ یہ امر ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔کہ دینِ اسلام میں قرآن نے
شریعت وطریقت کے۔علم وعمل میں جو طریق پیش کیا۔وہ ایک واحد اور مخصوص طریق
ہے۔جس کے اثرات اور نتائج باقی ادیان کے علم وعمل سے مخصوص۔اعلےٰ وافضل ہیں
___ ہاں!۔یہ علم وعمل براہ راست۔عرب (مکہ ومدینہ) سے جاری ہوا۔اس عمل کی
ترتیب باقی طریقوں سے کسی حد تک مختلف اثرات کی حامل ہے ___ یعنی یہ عمل حضور

ﷺ کی وساطت سے۔ایک رسول۔اور نبی کی حیثیت سے۔قرآن کی صورت میں نازل ہوا۔اس علم میں۔شریعت کا ایک خاص انداز ہے۔جس میں:

۱: اَلصَّلٰوۃ ___ نماز ___ یہ ایک جامع عمل ہے۔جس سے انفرادی اور اجتماعی طور۔انسان ہر برائی سے محفوظ ہو کر۔نیکی اور پاکیز گی اختیار کرتا ہے۔

۲: اَلصَّوْم ___ روزہ ___ انسانی خصائل اور بدی کی قوتوں کو پاکیزہ بنا کر انسان میں روحانی پاکیز گی۔اور نفسانی آلائشوں کے خاتمہ کی قوت پیدا کرتا ہے۔

۳: اَلزَّکوٰۃ ___ زکوٰۃ ___ انسان میں خواہشاتِ نفسانی پر غالب آ کر تمام عاداتِ رذیلہ اور ضمیمہ کے اثرات سے محفوظ ہو کر۔حرص ولالچ۔طمع۔ہوس۔تمام معاشرتی برائیوں کے غلبہ سے محفوظ کرتا ہے۔

۴: اَلْحَجّ ___ حج ___ انسان میں ذاتی خودغرضی اور ذاتی اغراض کے حصول میں دوسری مخلوقِ انسانی کے حقوق کا احساس دلا کر۔انسان کے دل میں عام مخلوقِ انسانی کی بھلائی کا جذبہ امن وسلامتی کا جذبہ پیدا کرتا ہے___

یہ خصوصیات محض شریعت کے ارکان پر عمل کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔اس حال میں۔کہ ان اعمال سے انسان کی روحانی (نوری) قوت میں آثارِ نوری قبول کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے___ ہاں!___ انسانی وجود میں۔دو روحانی قوتیں موجود ہیں___ ایک ''نوری'' قوت۔جسکا تعلق۔''نور'' سے ہے اسے روحِ رحمانی سے موسوم کیا جاتا ہے۔دوسری ''ناری'' قوت۔جس پر انسان کی زندگی قائم ہے۔جسکا تعلق ''نار'' سے ہے۔اسے روحِ حیوانی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ان دونوں قوتوں ___

(روحوں) کو پاکیزہ رکھنے کیلئے شریعت کے ارکان کا ہر لمحہ عمل جاری رکھنا ضروری ہے۔ بغیر اس عمل کی مداومت کے ــــ انسان کی نوری روح کمزور ہو کر۔ انسان بدی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور انسان کی ناری روح۔ چونکہ شیطانی جنس سے تعلق رکھتی ہے۔ تو اس تعلق کے اثر سے ناری روح کا عمل تیز ہو کر۔ انسان خود بخود بدی کے اثرات قبول کر کے اپنی پاکیزگی کھو بیٹھتا ہے۔ جسکے نتیجہ میں۔ انسان بدی کا مجسمہ ہو کر۔ روحانی ارتقا سے محروم ہو جاتا ہے۔ جو انسان کی بدبختی اور ذلت کی علامت بن جاتا ہے۔

لہذا۔ ہر انسان کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ حصولِ ارتقائے نوری کے لئے شریعت کے ارکان کا پابند رہے ــــ بغیر ان ارکانِ شریعت پر عمل کے انسان کسی طرح بھی۔ محفوظ نہیں رہ سکتا ــــ انسان اپنی ذات اور عالمِ انسانیت کے لئے پستی و گمراہی اور ذلت کا موجب بن جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی ناری روح۔ بنیادی طور ایک پاکیزہ قوی قوت کی حامل۔ انسانی اعمال میں کارآمد نفع بخش قوت ہے۔ لیکن اس کی پاکیزہ قوت کا دارومدار۔ ارکانِ شریعت پر عمل کرنے سے ہے۔ یعنی۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کے عملی اثرات سے اس قوت میں جلا پیدا ہوتی ہے۔ جس میں نیکی اور پاکیزگی کا اثر ہوتا ہے۔ تو یہ روح روحِ حیوانی۔ اپنے ذاتی عمل۔ اور قوت میں۔ روحانی کمالات و کرامات کی حامل۔ خیر و فلاح کی ضامن ہوتی ہے۔ اس روح کی پاکیزگی سے ہی انسان میں قوتِ مشاہدہ روحانی۔ اور روحانی کمالات کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ہاں! یہ کمال شریعت کے ارکان کے سبب اس روح میں نوری

اثرات پائے جانے سے ظہور میں آتا ہے۔بصورتِ دیگر اگر انسان شریعت کے ارکان پر عامل نہ ہو۔تو لازماً۔اس کی نوری قوت مسخ ہو کر۔ناری روح کے لئے۔نوری اثر منقطع ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں۔ناری روح۔میں قوت آنے سے۔اس کا فعل ناری شیطانی اثرات کا حامل ہو جاتا ہے۔جس سے انسان۔نیکی اور نور سے دور۔ بدی۔پستی۔حیوانیت۔تخریب کے قریب ہو کر اپنا مقامِ انسانیت و شرافت کھو بیٹھتا ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے۔انسانی زندگی۔انہیں دو صفات نیکی۔بدی کے دائرے میں پابند ہے۔انہیں دو صفات پر اسکی زندگی کا ارتقاً وتنزل وابستہ ہے ــــ اسی وابستگی کے نتیجہ میں۔انسان۔نیکی سے فلاح وامن وسلامتی حاصل کرتا ہے۔اور بدی سے۔ذلت وپستی۔اور انسانیت کیلئے فساد و بدامنی کا سبب بن جاتا ہے ــــ اسی۔''نیکی'' اور ''بدی'' ــــ کے تصور پر۔گذشتہ انبیاً۔شریعت وطریقت کے اصول اور ضابطے الٰہی کلام کی صورت میں مخلوقِ انسانی کی فلاح کیلئے لائے۔یہ الٰہی کلام کے ضابطے بھی۔''اسلام'' کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔اور یہ سلسلہ اسلام۔شریعت و طریقت۔قرآن کریم کی اعلےٰ وافضل۔آخری تعلیم پر ختم (تمتہ) ہوا۔اور آخر قرآنِ کریم ہی۔شریعت وطریقت کی اعلےٰ تعلیم مخلوقِ انسانی کیلئے پیش کرتا ہے۔جسکی تفصیل گذشتہ اوراق میں بیان کی گئی۔اور یہ تعلیم۔مکہ و مدینہ سے قرآن کے احکام کی صورت میں حضور ﷺ کے ذریعہ مخلوقِ انسانی تک پہنچائی گئی۔اور آپ ﷺ کے بعد۔علمائے امت۔اولیائے امت کے ذریعہ مسلسل (خلافتِ اسلامی کی شکل میں) خلافتِ عثمانیہ ترکیہ تک جاری رہی ــــ

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔کہ اسلامی شریعت وطریقت۔خلافتِ اسلامی کی شکل میں۔خلافتِ اربعہ(خلافتِ صدیقیؓ۔خلافتِ فاروقیؓ۔خلافت عثمانیؓ۔خلافتِ اسداللّٰہیؓ) سے لے کر خلافتِ اموی۔خلافتِ عباسی۔خلافتِ عثمانی (ترکی) تک۔مدینہ سے لے کر عراق تک۔اور عراق سے لے کر ترکی ایران تک مسلسل پہنچی۔جس میں شریعت وطریقت کا علم وعمل۔ہر مقام پر ہر دور میں استعمال ہوتا رہا ــــ البتہ جیسے بیان ہوا۔کہ مختلف ادوار میں شریعت وطریقت اگرچہ اپنی اصلی ہیئت میں قائم رہی۔تاہم زمانہ کی طوالت کے ساتھ اس کے طریق عمل کے استعمال میں فرق واقع ہوا۔اور یہ طریق۔اسلامی شریعت میں ایران میں۔ایرانی علمأ کے مخلوط عمل سے واقع ہوا۔

واقع یوں ہے۔خلافتِ عثمانی کے دورِ خلافتِ اسلامی سے قبل ایران میں بھی گذشتہ آرین۔قوم(یا علمأ) کا علم وعمل (شریعت وطریقت) استعمال ہوتا تھا۔جس میں۔شریعت (ارکان عبادت) پیشتر ہی سے موجود نہ تھی۔یا استعمال میں نہ آتی تھی۔البتہ طریقت کا عمل ــــ فاقہ۔رات جاگنا۔جنگلوں کی تنہائیوں میں مراقبہ و یکسوئی کا عمل جاری تھا۔اور یہ عمل دراصل ہندوستان میں قدیم آرین قوم میں مسلسل چلا آتا رہا۔یہ قوم (ہندوستانی) بھی۔وسط ایشیا۔یا شام۔روم۔یونان سے منتقل ہوکر ہندوستان وارد ہوئی۔اور اپنے ساتھ یونانی علم لائی۔اسی مقام (ہندوستان) پر اس آرین قوم میں۔شری کرشن۔رام چندر۔اور دیگر آرین قوم کے پیغمبر۔یا نبی۔یا اوتار وغیرہ۔الٰہی شریعت وطریقت لیکر مبعوث ہوئے۔اس زمانہ میں ہندوستان میں۔

(مثل خلافتِ اسلامی) راجوں۔ مہاراجوں کا قوی اقتدار پایا جاتا تھا۔ جن پر آرین مذہب کا اثر قائم تھا۔ ان راجوں۔ مہاراجوں۔ کو قوی غلبہ و اقتدار حاصل تھا۔ اسکے ساتھ ہی۔ آرین مذہب کے اوتاروں۔ نبیوں کا ان راجوں مہاراجوں کی حکمرانی میں بھی دخل تھا۔ جس وجہ سے۔ حکمران مہاراجوں۔ اور مذہب کے علماً (براہمنوں) کے باہم تعلق سے۔ انکا عمل یکساں۔ مذہبی تصور کیا جاتا تھا ــــ رفتہ رفتہ۔ زمانہ کی طوالت کے ساتھ۔ مہاراجوں کی وسیع حکمرانی اور غلبہ کے نتیجہ میں۔ مال و زر کی فراوانی کی وجہ سے ان میں بھی۔ ہوسِ ملک گیری۔ ہوسِ دولت و عیش۔ کے اثرات پیدا ہو گئے۔ جس کے نتیجہ میں حکمران جماعت میں۔ عبادات و تزکیہ آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ علماً (براہمنوں) کی جماعت اس حکمران جماعت سے علیحدہ ہو گئی ــــ اب ایک طرف راجوں مہاراجوں کی حکمرانی۔ دوسری طرف۔ اوتاروں کے خلفاً۔ براہمنوں کے علم کا پرچار۔ الگ الگ جاری ہو گیا ــــ زمانہ قدیم کی تاریخ سے یہ بات ظاہر ہے۔ کہ ہندوستان میں راجوں مہاراجوں کی عظیم الشان سلطنتیں ہوئیں۔ جو اسی مذہب (آرین) سے مشہور پہچانی جاتی تھیں۔ اسکے ساتھ اس دین کے نبی۔ اوتاروں۔ مہاتماؤں۔ براہمنوں کے نام سے بھی یہ حکومتیں پہچانی جاتی رہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے۔ جو اسلام (دین محمدی ﷺ) سے قبل کا زمانہ ہے۔ اس وقت ہندوستان ــــ ''ہندوستان'' کے نام سے مشہور نہ تھا۔ اسی زمانہ کے مہاراجوں کی حکمرانی کا ذکر تاریخ میں آتا ہے۔ اور اسی زمانہ کے نبیوں (اوتاروں) کا نام شری کرشن۔ رام چندر جی وغیرہ۔ مشہور تاریخ میں پہچانے جاتے ہیں۔ یہی حکومتیں۔ یہی مذاہب زمانہ کے

ساتھ۔اپنے اصلی علم وعمل سے دور ہو کر اپنی اسلامی (دینی) ہیئت کھو کر اب ''ہندو'' ۔۔۔یا غیر مذہب (کافر) کے تصور میں محسوس ہوتے ہیں۔انکے پیروانِ مذاہب (خلفاٗ۔علماٗ۔براہمن۔رشی) نے بھی اصلی علم وعمل چھوڑ کر۔دین میں من گھڑت عقائد شامل کر کے دین کی ہیئت اس قدر بگاڑ دی۔کہ یہی دین اب۔اسلام کی ضد تصور کئے جاتے ہیں۔

الغرض۔یہی آرین قوم۔ہندوستان میں قدیم زمانہ سے آباد۔اپنے دین پر عامل رہی۔جس میں۔شریعت (نماز۔روزہ۔زکوٰۃ) کی ہیئت وعمل باقی نہ رہا۔البتہ ۔ان۔اوتاروں کا عمل۔رات جاگنا۔فاقہ۔تزکیہ نفس۔مجاہدہ ہر زمانہ میں جاری رہا۔ اور آئندہ آنے والی قوموں میں یہی عمل دین کی شکل میں استعمال ہوتا رہا۔اس عمل میں۔مہاتماؤں۔براہمنوں۔کو روحانی کمالات حاصل رہے۔اور انہیں کمالات کو دین سمجھا جاتا رہا۔ان اعمال میں۔دین (نماز روزہ) شامل نہ رکھا گیا۔۔۔لہذا ان مذاہب میں۔محض۔تزکیہ نفس۔اور مجاہدات کو اصل دین سمجھکر۔ان مہاتماؤں اور براہمنوں کی بزرگی تسلیم کی جاتی رہی۔

آرین تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ سے ان قوموں کی زبان۔ بھاشا۔سنسکرت۔اور دیگر زبانیں۔رائج تھیں۔لازماً انہیں زبانوں میں ان قوموں کی ہدایت کیلئے۔کرشن۔رام وغیرہ نبی۔اوتار۔ولی کی صورت میں انہیں کی سنسکرت۔ بھاشا زبانوں میں ہدایات آتی رہیں لہذا۔یہ اوتار (نبی) براہمن (جو برہم سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے)۔غالباً یہ لقب۔ابرہام یا ابراہیم علیہ السلام سے ماخوذ معلوم ہوتا

ہے۔اسی طرح ہندو مذہب میں شنکراچاریہ۔حضرت سلیمان کے نام سے ماخوذ بتایا جاتا ہے۔دراصل یہ تمام ادیان (دین[1]) اسلام ہی سے متعلق ہیں۔صرف۔ماحول۔زمانہ۔اور زبانوں کے تفاوت اور پیروان مذاہب کے من گھڑت تاویلات کے نتیجہ میں۔یہ مذاہب اسلام سے مختلف سمجھے جاتے ہیں۔

یہ زمانہ بدھ مت کا ہے۔جب گذشتہ دین۔وید۔شاستر۔ہندوستان میں مہاراجوں کی شکست اور حکومتوں کے بدلنے سے۔زبانوں میں علم کے نفاذ میں تبدیلی۔آتی رہی۔تو انکے مذہب کے اصول بھی بدلتے رہے۔انکے طریق عمل بھی بدلتے رہے۔بدھ مت کے زمانہ میں۔گوتم بدھ کے طریق عمل کو زیادہ تقویت حاصل ہوئی۔جبکہ گذشتہ مذاہب میں بھی۔فاقہ کشی۔جنگلوں میں یکسوئی مراقبہ پر عمل ہوتا تھا۔بدھ مت کے اصولوں میں دنیا سے لاتعلقی کے رجحانات اس قسم کی رھبانیت دین میں شامل ہوئے۔اور اشوک کے زمانہ میں۔اشوک کی حکومت۔ہندوستان سے نکل کر۔افغانستان۔ایران۔یونان تک وسیع ہوکر بدھی عقائد پر ___ طریقت کا اجرا ہوا۔یہی طریق گذشتہ یونانی عمل۔اور ہندوستانی عمل ایران میں۔خلافتِ عثمانیہ سے قبل

---

[1] وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ يَّشَآءُ وَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ (پارہ ۱۳ سورۃ ۱۴ آیت ۴) نہیں بھیجا ہم نے رسولوں میں سے۔مگر قوموں میں انہیں کی زبان میں تاکہ بیان کی جائیں انکے لئے اللہ کی آیات۔پس اللہ گمراہ کرتا ہے۔جسکو چاہے اور "ہدایت" دیتا ہے جسے چاہے۔یعنی اسی ہدایت اور نبی سے بعض نے حقیقت کو پالیا۔اور بعض بوجہ علم نہ ہونے کے بت پرستی اختیار کر کے گمراہ ہوگئے اس حال میں۔کہ انہوں نے آنے والے نبی کے حقیقی علم وراہنمائی قبول کرنے سے انکار کردیا۔

استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ خلافتِ اسلامی کے زمانہ میں۔ اسلامی طریقِ عمل میں۔ ایرانی طریق عمل کی آمیزش سے۔ ایک مخلوط۔ اسلامی طریقِ عمل ترتیب پایا ـــــ اوراس مخلوط طریقِ عمل کواسلامی طریقِ عمل سے نسبت دیکر ـــــ ''فارسی'' تصور میں ''طریقت'' کے تعارفی نام سے شہرت ملی۔ یہی زمانہ ہے۔ جب ایران میں۔ ایرانی فقرأ۔ اوراسلامی فقرأ کے اشتراکِ عمل سے۔ ایک مخلوط عمل کو''طریقت'' کے نام سے پکارا گیا ـــــ جس میں شریعت ـــــ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کے عمل کو بہت کم استعمال کیا گیا۔ کہ خلافتِ اسلامی میں۔ اہل اسلام بھی بہت کم شریعت پر عمل کرتے تھے۔ البتہ طریقت کے عمل میں۔ فاقہ۔ رات جاگنا۔ جنگلوں۔ تنہائیوں میں مراقبہ یکسوئی کا عام رواج جاری رہا۔ جس سے فقرأ کوروحانی مشاہدہ۔ اورکمالات حاصل ہوتے۔ اوراس عمل پر متواتر مداومت کی وجہ سے یہی عمل ''طریقت'' اور اسلامی طریقت سے منسوب کیا گیا ـــــ البتہ اس عمل میں۔ ایرانی فقرأ کے چنداختراع کئے گئے۔ عمل شامل کئے گئے جو بظاہر۔ اسلامی عمل کے مشابہ۔ اسلامی طریقِ عمل کی ہیئت میں محسوس ہوتے ہیں۔ جن میں اسلامی طریقت میں مستعمل وظائف یا طریقِ عمل استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً۔ کلمہ شریف کا ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ سانس کے اتار۔ چڑھاؤ کے ساتھ ذکر کرنا (یادل سے پڑھنا) یا سانس بند کر کے دل سے کلمہ کا ذکر کرنا ـــــ یا اَللّٰهُ هُوْ کا ورد۔ سانس کے ساتھ پڑھنا ـــــ اور ''اللّٰہ'' کے لفظ کا تصور کرنا۔ یعنی مراقبہ کی شکل میں آنکھیں بند کر کے۔ اللہ کا تصور کرنا۔ ان اذکار اور طریقوں سے۔ انسانی۔ روح میں لطافت پیدا ہوکر قوتِ مشاہدہ حاصل ہوتی ـــــ یہ طریق۔ ایران میں۔ ایرانی ـــــ اور اسلامی

ساختہ[1] طریقت میں۔ استعمال ہوتے رہے۔ اور ایسے عامل فقراً کو۔ ''ولی'' یا فقیر سے موسوم کیا گیا۔ بالآخر اسی طریق وعمل کو اسلامی طریقت سے منسوب کر کے۔ اسی علم و عمل کا اجراً کیا گیا ـــــ اس علم وعمل اور طریقِ عمل میں۔ (ناری روح) روح حیوانی سے مشاہدات وکمالات وکرامات کا مظاہرہ ہوتا رہا ـــــ جن میں ایسے فقراً سے مافوق العقل کمالات کا صدور ہوتا رہا۔ ان کمالات کی بناً پر۔ اس عمل کو شریعتِ اسلامی کا عمل تصور کیا گیا۔ کہ اسلامی شریعت میں۔ اس عمل کو طریقت کے نام سے پہچانا گیا ـــــ چونکہ علمائے اسلام نے اپنے عمل میں۔ قرآنی حکم کے مطابق۔ رات جاگنے۔ تہجد۔ نوافل۔ تلاوتِ قرآن۔ روزہ کا عمل شامل نہ رکھا۔ کہ یہ عمل ایک مخصوص جماعت (طائفۃ) سے تعلق رکھتا تھا۔ لہذا۔ علمائے امت نے۔ خالص قرآن وحدیث کے علم کو ـــــ علمی حیثیت میں۔ تراجم تفسیر۔ فقہ۔ معقول۔ منقول۔ فلسفہ وغیرہ (جو اسلامی علوم میں علمائے امت کی تحقیق سے وضع کئے گئے) کا اجراً کر کے قرآنی علوم کو مخلوق تک پہنچایا۔ جس سے علمی طور۔ قرآن وحدیث کی حقانیت وحقیقت واضح کر کے اسلام۔ یا شریعت حقیقی (قرآن وحدیث) کا علم جو اسلام کی بنیادی تبلیغ تھی ـــــ اس علم کا اجراً کیا۔ جسے خالص شریعت سے موسوم کیا گیا اور اس قرآنی علم کا اجراً کرنے والے۔ (جن میں۔ قرآنی علم کے مطابق۔ رات جاگنا۔ روزہ۔ تہجد۔ تلاوتِ قرآن کا عمل شامل نہ تھا) علمائے امت کہلائے۔ اسکے ساتھ ہی ایرانی اور اسلامی۔ علم سے ترتیب

---

[1] یعنی خلافتِ اسلامی کے علماً کے ذریعہ قرآنی علم واذکار (عربی) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا اَللّٰہُ ھُوْ وغیرہ عمل کو ایرانی عمل سانس بند کرنا۔ یا ذکر کرنا۔ اور رات جاگنا۔ یکسوئی وغیرہ کا مخلوط عمل۔

دیا ہوا علم۔ جس میں۔ رات جاگنا۔ روزہ۔ تہجد۔ تلاوتِ قرآن کو علم شریعت کے ساتھ شامل رکھا گیا۔ یہ لوگ۔ علمائے امت کے لقب کے ساتھ۔ اولیائے امت بھی کہلائے۔ جنہیں۔ فقرأ [۱]۔ یا علمائے طریقت بھی کہا جاتا ہے۔ اور تیسری جماعت ــــ وہ لوگ جنہوں نے ایرانی ساختہ علم۔ صرف۔ تنہائیوں میں۔ مراقبہ یکسوئی۔ فاقہ۔ رات جاگنے کا علم استعمال کیا۔ اور شرعی علم۔ نماز۔ روزہ پر عامل نہ رہے۔ انہیں تزکیہ نفس سے روحانی کمالات۔ مشاہدۂ روحانی حاصل ہوا۔ چونکہ یہ کمالات بھی۔ شرعی عمل کے عین مطابق تھے۔ اسلئے ایسے کمالات کو۔ مافوق العقل تصور کرنے کی بنأ پر۔ دین کی جز سمجھا گیا۔ لیکن اس عمل میں۔ چونکہ شریعت کی پابندی لازم نہ رکھی گئی۔ اسلئے اس عمل سے تخریب وفساد کا اثر ظاہر ہوا۔ اسلئے اس عمل اور طریق عمل (یا طریقت) کو شیطانی عمل۔ استدراجی عمل سے تشبیہ دیا جاتا ہے۔ یہ عمل شیطانی عمل ہونے کی وجہ سے رد کیا گیا۔ لیکن روحانی اثرات کے مظاہرہ کی بنأ پر بعض فقرأ (خاص کر ہندو مذہب کے براہمنوں نے) نے اس عمل کو اپنایا۔ چنانچہ قدیم۔ ہندوستان میں ہندو مذہب میں اسی طریق کو (جس میں شرعی عمل شامل نہیں)

---

[۱] اسلامی طریقت میں۔ علمائے امت کو۔ ولی یا اولیائے امت سے بھی پکارا جاتا ہے۔ البتہ ایران میں۔ فارسی زبان میں۔ ایسے ولی کو۔ درویش۔ فقیر یا پیر سے بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ القاب ایرانی زبان کے مفہوم میں آتے ہیں کہ ایران میں۔ اکثر اولیا۔ بڑھاپے کی عمر میں کمال حاصل کئے ہوتے۔ اسی عمر کی نسبت سے ایسے اولیا کو پیر (بوڑھا) سے نسبت دیا جاتا۔ اسکے ساتھ ہی اکثر ولی۔ دنیا سے لاتعلق۔ گیروے رنگ کے پھٹے پرانے لباس میں بھیک مانگنے والوں کی شکل میں پھرتے تو اسی نسبت سے انہیں فقیر (غریب) سے نسبت دیا جاتا۔ اسی طرح درویش کے لقب میں۔ دنیا سے لاتعلق۔ کاروبار دنیوی سے کنارہ کشی گوشہ نشینی کرنے والا مفہوم لیا جاتا ہے۔

استعمال کر کے ہندو قوم میں۔ براہمنوں۔ مہاتماؤں کی شکل میں۔ شہرت و عقیدت حاصل کی۔ گویہ عمل استدراجی اثرات کا حامل ہے۔ لیکن اس قسم کے لوگ۔ اس عمل کو دین کی حیثیت میں استعمال کر کے گیان اور عبادت کا تصور رکھتے ہیں۔ جس سے اس عمل کو تخریب یا ضرر رسانی میں بہت کم استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس عمل کو بھی (بغیر شرعی عمل کے) دین کی حیثیت دی جاتی ہے۔ لیکن یہ عمل ناری (روح حیوانی) قوت سے تعلق رکھتا ہے۔ جسے۔ صرف ناری عالم ــــ یا عالمِ سیارگان سے تشبیہ دیا جاتا ہے۔ اس عالم سے ماورٰی۔ آسمان۔ اور آسمانوں سے ماورٰی مقام کو۔ عالمِ نوری سے تشبیہ دیا جاتا ہے۔ جہاں ناری روح کی رسائی نہیں۔ اس کے لئے انسانی نوری روح (روح رحمانی) سے ہی۔ مشاہدہ اور رسائی حاصل ہو سکتی ہے۔ جسکے لئے علم شریعت۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ کا عمل لازمی ضروری ہے۔ گویا نوری روح کے تزکیہ اور پاکیزگی۔ اور لطافت۔ کیلئے۔ شریعت کا عمل لازم ہے۔ بغیر اس عمل کے نوری روح میں کامل لطافت پیدا نہیں ہو سکتی۔ لہذا۔ بغیر اس روح کے نوری مشاہدہ ممکن نہیں جس وجہ سے انسانی مقصد اور عمل کی تکمیل ادھوری اور نامکمل رہتی ہے۔ اور بغیر شرعی عبادات کے ''طریقت'' کو شریعتِ اسلامی میں قبول نہیں کیا جاتا۔

جہاں تک۔ شریعتِ اسلامی میں۔ قرآن و حدیث کا اجرأ۔ اور طریقت (زائد عبادت) سے روحانی کمالات حاصل ہونا ہے۔ یہ عمل ''مدینہ'' سے شروع ہو کر خلافتِ عثمانی۔ ترکیہ اور ایران تک مسلسل جاری ہوا۔ اور ایران سے۔ اسلامی فتوحات کی شکل میں۔ علمائے امت کے ذریعہ ہندوستان میں منتقل ہوا۔ جس میں۔ ''مدنی''

(قرآن وحدیث کا) خالص علم اور اسکے بعد۔ ایرانی ساختہ۔(مدنی۔ ایرانی) مخلوط علم۔طریقِ عمل شامل ہیں۔ الغرض ہندوستان میں۔ اسلامی فتوحات کے ساتھ۔ اسلامی شریعت کا اجرا ہوا۔۔۔ جس میں مختلف قسم کے طریقِ عمل شامل ہیں۔

(۱)۔اول۔علمائے شریعت کا عمل۔جس میں قرآن و حدیث۔فقہ اور سابقین علمائے اسلام کی قرآن وحدیث پر بحث وتفسیریں۔وغیرہ جس میں قرآنی حکم کے مطابق۔زائد عبادات وتزکیہ مجاہدہ شامل نہیں۔اس طریق کو خالص شریعت سے موسوم کیا جاتا ہے۔انہیں علمائے امت کہا جاتا ہے۔

(۲)۔دوسرے۔علمائے شریعت۔کا عمل۔جس میں قرآن وحدیث۔فقہ کے علم سے علاوہ۔زائد عبادت۔قرآنی حکم کے مطابق۔تہجد۔رات جاگنا۔فاقہ۔۔۔ تقویٰ۔۔۔ مجاہدہ سے۔روحانی کمالات حاصل ہونا۔یہ حقیقی علمائے امت ہیں۔جن سے۔حقیقی طریقت۔۔۔ معرفت الٰہی اور اسرارِ عالمِ ملکوتی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔جنہیں اولیائے امت۔ولی۔۔۔ کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔یہی علم وعمل قرآن۔شریعت کی اصل روح ہے۔ابتدائے ورودِ اسلام ہندوستان میں ایسے اولیا کا ورود ہوا۔جن میں۔معین الدین چشتیؒ ۔داتا گنج بخشؒ۔قسم کے علماً کا خصوصی ذکر آتا ہے۔جنہوں نے شریعتِ اسلامی کے ساتھ حقیقی طریقت کا اجراً کیا۔۔۔ لیکن۔چونکہ یہ عمل ایک خاص جماعت (طائفہ) سے تعلق رکھتا ہے۔اسلئے ایسے اولیاً بہت کم ہی پائے جاتے ہیں۔لہذا یہ علم وعمل بھی مختصر ہوتا ہے۔اسلئے ہندوستان میں یہ علم وعمل بھی مختصر حالت میں رہا۔۔۔ اسکے مقابل علمائے شریعت کا علم وعمل (جس میں تزکیہ مجاہدہ کا استعمال نہ

رہا) عام مسلمانوں میں استعمال رہا۔ یہی علم وعمل ہے۔ جو ہر زمانہ میں شریعتِ اسلامی کے نام سے جاری رہا___ اور شریعتِ اسلامی کو اسی عمل تک محدود رکھا گیا___ اسلام اور شریعت سے مشہور ہے۔

(۳)۔ تیسرے۔ وہ علم وعمل۔ جو ایران میں۔ ایرانی فقراٗ اور خلافت کے ساتھ وابستہ علماٗ کی آمیزش سے۔ اختیار کیا گیا۔ جس میں۔ علم شریعت۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ احسان کے ساتھ ایرانی طریقِ عمل استعمال ہوا۔ جس میں۔ ذکر اللّٰہ ھو۔ نفی اثبات۔ لا الٰہ الا اللّٰہ کا ذکر اور تصور و مراقبہ کا استعمال___ جس میں قرآنی ضابطہ کے مطابق۔ طریقِ عمل___ تہجد۔ قیامِ لیل___ روزہ۔ وغیرہ___ کی پابندی نہیں۔ ایسے علماٗ کو مشاہدہ۔ روحانی کمال حاصل ہوتا ہے۔ لیکن انہیں مراتبِ ملکوتی۔ اور معرفتِ الٰہی حاصل نہیں___ یہ علماٗ بھی۔ اپنے علم وعمل کا اجراٗ کرتے ہیں۔ یہ علم کامل نہ ہونے کے سبب لائقِ اتباع (استعمال) نہیں۔ ہندوستان میں۔ ابتداٗ سے لیکر ہر زمانہ تک یہ طریق جاری ہے۔ ہاں اسلئے کہ انہیں۔ قرآنی ضابطہ۔ کے مطابق۔ قرآنی طریقِ عمل کا نہ علم ہے۔ نہ اس علم کے مطابق انکا عمل ہے۔

(۴)۔ چوتھے۔ خالی طریقت۔ یہ علم بھی___ ایران سے ہندوستان میں منتقل ہوا۔ جس سے مثل قدیم آرین فقراٗ کے علم وعمل کے مطابق صرف تزکیہ نفس۔ مجاہدہ وریاضت سے۔ بغیر اتباعِ شریعت۔ مشاہدہ اور روحانی کمالات کا صدور ہوتا رہا___ یہ علم بھی ہندوستان میں کثرت سے جاری رہا۔ اسلئے۔ کہ اسلامی شریعت سے قبل۔ ہندوستان میں۔ ہندو راجوں۔ مہاراجوں کی حکومتوں میں۔ براہمنوں کو قوی اثر

و غلبہ حاصل رہا۔انکی روحانی قوت کے زیرِ اثر۔راجہ۔رعایا۔انکے محکوم۔ اور عقیدت مند رہے۔اور قدیم سے ان میں۔جنگلوں۔ویرانوں میں مجاہدہ کی وجہ سے روحانی کمال حاصل تھا۔اور اسی علم وعمل پر براہمنوں کو اصل عالم اور انکے کمال کو اصل علم تصور کیا جاتا تھا لہذا۔علمائے اسلام کے ورودِ ہندوستان پر۔جیسا ایران میں ایرانی اور اسلامی علم وعمل کی آمیزش سے ایک مخلوط۔علم اختراع کیا گیا۔ہندوستان میں بھی۔ اس علم وعمل کو اپنا کر۔اسی قسم کی طریقت کو استعمال کیا گیا ـــــ یہی علم وعمل جس میں شریعت اسلامی کی پابندی ملحوظ نہ رکھی گئی۔بغیر شریعت فقراً نے۔خانقاہوں میں استعمال کیا۔ایسے ہی فقراً نے جبکہ اس عمل میں شریعتِ اسلامی کا عمل شامل نہ رکھا گیا ـــــ نشہ آور۔ بھنگ ۔ چرس۔شراب جیسی ناقص اشیأ استعمال کیں۔تو ایسے فقراً کو لاعلمی کی وجہ سے ولایت کا درجہ دیا گیا۔جس میں۔کسی حد تک ان میں معمولی سی روحانی قوت پیدا ہوتی ہے۔لیکن بغیر پابندی شریعت۔ایسا عمل شیطانی قوت کا حامل ہوتا ہے۔جس میں۔شراب ۔ چرس۔ بھنگ جیسی نشہ آور اشیأ استعمال کی جاتی ہیں اور غیر ضروری تزکیہ کی وجہ سے ان میں روحانی اثر پایا جاتا ہے۔لیکن یہ علم محض خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ایسے فقراً بے علم جاہل ہوتے ہیں۔جو اصل حقیقت سے ناآشنا ہوتے ہیں۔

الغرض۔ ہندوستان میں۔انہیں اقسام کا علم وعمل ہر زمانہ میں استعمال ہوتا رہا ـــــ اور زیادہ تر علم جیسا بیان ہوا۔تیسرے درجہ کے علمأ کا۔علم وعمل وسیع پیمانے پر جاری ہوا۔جس میں ایرانی ساختہ علم وعمل استعمال ہوتا ہے۔اور اسلامی محققین اسی طرز

کے علم پر اپنا عقیدہ و علم استوار کرتے ہیں ــــ ہاں۔اس طریقِ عمل میں۔تزکیہ مجاہدہ ایرانی طرز کا استعمال کیا جاتا ہے۔جس سے روحانی مشاہدہ۔اور روحانی کمال حاصل ہوتا ہے۔لیکن یہ کمال۔کامل نہیں۔جس سے معرفت الٰہی یا آثار و اسرار باطنی کا مشاہدہ ہو۔یہ علم طریقت کی اصطلاح میں ناسوتی علم سے موسوم ہے۔جس میں۔نہ مراتبِ ملکوتی حاصل ہوتے ہیں۔نہ اصل علم حاصل ہوتا ہے۔سوائے اسکے ایسے فقراءٗ کو درجۂ کمال دیا جاتا ہے ــــ اس کے مقابل حقیقی علمائے امت۔جو قرآنی احکام کے مطابق۔زائد عبادات کی صورت میں عمل کریں۔یا ایسا طریقِ عمل انکے پاس ہو۔انکا وجود یکسر عنقا ہے۔اسلئے قرآنی ضابطہ کے مطابق۔وہ ابتدائی طریقِ عمل۔جو حضور ﷺ اور صحابہ (وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ) کا علم و عمل استعمال ہوتا تھا۔فی زمانہ۔نہ اسکا اجرا ہوتا ہے۔نہ استعمال ہوتا ہے۔نہ اسکا علم کسی عالم کو حاصل ہے ــــ سوائے اسکے کہ رسمی طور۔ایرانی طرز کے علم و عمل کو استعمال کیا جاتا ہے۔جس سے نہ وہ روحانی کمال حاصل ہوتا ہے۔جو اس عمل سے ہونا چاہیے۔خالی فقیری استعمال کی جاتی ہے۔جسے صرف حصولِ دنیا کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔عوام الناس ایسے ہی فقراءٗ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ایسے فقراءٗ۔خود خزانوں کے مالک ہوتے ہیں۔فی زمانہ نہ شریعت کا عمل کامل ہے۔نہ طریقت کا علم کامل ہے۔صرف عادتاً بے نتیجہ عمل کیا جاتا ہے۔جس سے حقیقی علم کا سراغ ملتا ہے۔نہ مروجہ علمِ طریقت سے طریقت کی حقیقت سمجھ آتی ہے ــــ اور عام فہم کے مطابق۔طریقت کو۔''تصوف'' کے نام سے پکارا جاتا ہے ــــ لیکن تا حال ''تصوف''۔اور ''طریقت'' کے مفہوم کو صحیح معنوں میں تصور میں

نہیں لایا جاتا۔ کیونکہ۔ تصوف اسلامی تصور نہیں۔ بلکہ ایرانی اختراع ہے۔ اور اس تصور میں ایرانی طرز کا علم وعمل پایا جاتا ہے۔ جو حقیقی۔ اسلامی طریقت سے علیحدہ کیفیت ہے۔ لیکن ہندوستان میں اسلامی۔ علمائے طریقت اسی ایرانی طرز کی طریقت کا اجرأ کرتے ہیں۔ اسلئے اس طریق کو "تصوف" کا نام دیکر اسلامی طریقت سمجھا جاتا ہے۔ اس مقام پر "تصوف" کے تصور پر تھوڑی وضاحت ضروری ہے۔

"تصوف"۔ کے لفظ میں۔ صوف (ص۔و۔ف) کا مادہ ہے۔ غالباً یہ لفظ آرین نژاد۔ ایرانی۔ فارسی ـــ اصطلاح کا لفظ ہے ـــ صوف سے مراد۔ زرد گیروے رنگ کا سوتی کپڑے کا لباس ـــ اسی نسبت سے۔ ایک عامل بزرگ کے علم وعمل۔ طریقِ عمل کو "تصوف"۔ سے تشبیہ دیا گیا ـــ یعنی زرد گیروے رنگ کے لباس والے عامل کا "علم وعمل"۔

یہ حقیقت ہے۔ کہ تصوف کے تصور کی بنیاد بھی۔ ایرانی تہذیب وعلم پر ہوئی۔ غالباً یہ تصور۔ ہندوستان میں بھی پایا گیا ـــ کہ ہندوستان میں قدیم آرین قومیں ہزاروں سال سے سکونت کرتی رہیں۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہی آرین قومیں یونان وروم میں بھی آباد تھیں۔ جو کسی زمانہ میں۔ ہندوستان میں ہجرت کر کے آباد ہوئیں۔ ان قوموں میں بھی "نبی" مبعوث ہوئے ـــ جو رشیوں۔ اوتاروں کے نام سے مشہور ہیں۔ اور انکے خلفأ ـــ پیروان مذہب ـــ مہاتما ـــ براہمن کے نام سے مشہور ہیں ـــ اور بعد زمانہ انکے پیروان مذاہب نے اصل دین۔ علم میں تحریف کر کے دین کی حقیقی ہیئت کو مسخ کر دیا۔ جس وجہ سے انہیں اب کافر (یا ہندو) کے تصور

میں دیکھا جاتا ہے ـــــ اس حال میں کہ انکے حقیقی۔ نبیوں۔ رسولوں کو بھی۔ ہندو یا کافر کے تصور میں سمجھا جاتا ہے۔ ایسا نہیں۔ یہ تصور غلط ہے۔ جبکہ زمانہ کی طوالت اور انکے غیر حقیقی علم و عمل کی وجہ سے ایسا سمجھا جاتا ہے۔ حقیقتاً یہ ہستیاں بھی۔ نبیوں۔ یا رسول میں شمار کی جاسکتی ہیں ـــــ اور انکے علم و عمل کو الٰہی علم کی اصل تصوف میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

یہ ایک قدیم زمانہ کی تاریخ ہے۔ کہ بعض نبیوں نے۔ اپنے لباس۔ میں کسی وضع اور کسی رنگ کو پسند کیا۔ اسی طرح لباس میں بھی۔ کسی وضع اور رنگ کو پسند کر کے استعمال کیا جس میں آرین قوموں کے نبیوں۔ اوتاروں نے۔ زرد گیروے رنگ کے صوف کے کپڑے استعمال کیئے۔ انہیں نبیوں کی پسند[۱] کے مطابق۔ اس قوم میں۔ نبیوں کی نسبت سے زرد گیروے رنگ کے لباس کو اہمیت دی گئی۔ اور آئندہ انکے خلفا نے نبی۔ یا اوتار کی نسبت سے خود بھی۔ گیروے صوف لباس کو عقیدتاً استعمال کیا۔ اس طرح۔ زرد گیروے رنگ صوف کے لباس کو نبی کی نسبت سے اہمیت دیکر۔ دین

---

[۱] اس پسند کی بنیاد۔ ان انبیاءؑ کے باطنی مشاہدہ پر ہے۔ کہ عالمِ باطن میں بعض باطنی آثار و کیفیات۔ رنگوں۔ سبز۔ نیلگوں۔ سرخ۔ نیلا۔ زرد (سنہری)۔ سیاہ انوار کی شکل میں مشاہدہ میں آتی ہیں جنہیں اصطلاح طریقت میں ''لطائف'' سے تشبیہ دیا جاتا ہے۔ لہذا۔ نبی اپنی پسند کے مطابق کسی رنگ کا انتخاب کر کے۔ ویسا ہی لباس استعمال کرتا رہا۔ اسی پسند۔ اور انتخاب پر گذشتہ ایرانی قوموں کے نبیوں نے ''سنہری نور'' ـــــ کی مشابہت پر زرد گیروے رنگ کو پسند کر کے اسی رنگ پر گیروے رنگ کا لباس استعمال کیا۔ جو رنگ آگے چل کر نبی۔ یا ولی کی شناخت کیلئے استعمال کیا گیا۔ چونکہ اس زمانہ میں صوف کا کپڑا میسر تھا۔ اسلئے ''صوف'' کے نام پر ایسا کپڑا پہننے والے کو صوفی کہا گیا۔ ہاں۔ یہ تصور قدیم آرین قوم میں ہندی۔ سنسکرت۔ بھاشا میں موجود نہیں تھا۔ یہ تصور ایران کے فقراءؒ کی فارسی زبان کی اختراع سے صوف کا کپڑا پہننے والے ولی کو صوفی کہا گیا۔

(طریقت) کا ایک جزو بنایا گیا۔اور یہ لباس محض۔رشیوں۔براہمنوں کیلئے مخصوص ہوا۔
اور یہی لباس۔ایک نبی ـــ رشی۔اوتار کے کمالات کی شناخت بنا۔اور جب یہ لباس۔
ایران کے ولیوں۔مہاتماؤں۔براہمنوں میں۔ولی کی نسبت اور کمالات کی شناخت سے
استعمال ہوا۔تو اسی لباس کی شناخت پر۔ایسے ولی۔براہمن کو"صوفی" ـــ (یعنی زرد
گیروے رنگ لباس والے بزرگ) کے نام سے پکارا گیا ـــ اور اسی نام کی نسبت
سے۔اسکے طریق عمل اور علم اور عمل کو۔طریقت۔یا تصوف سے تعبیر دیا گیا ـــ حقیقتاً۔
"تصوف" ـــ "طریقت"۔کی جگہ استعمال کیا گیا۔اور طریقت میں۔ایرانی ساختہ۔
"علم" ـــ "عمل" ـــ "طریق عمل" کا تصور پایا جاتا ہے۔اور"طریقت" کی اصل
اور حقیقی ہیئت۔قرآن وحدیث کے علم کے مطابق۔"ھـدایـت" "شرعی احکام ـــ اور
نَـــافِـلَةً لَّکَ۔"زائد عبادت" کے علم کا مجموعہ سے ہی تکمیل پاتا ہے۔جس علم کو عام
اصطلاح میں شریعت۔اور طریقت کے تعارفی نام سے۔پہچانا ـــ یا سمجھا جاتا ہے
۔گویا قرآن کی ھُدًی (ہدایت) نماز۔روزہ۔زکوٰۃ۔احسان۔امر بالمعروف ونہی
عن المنکر کے احکام اور"نَافِلَةً لَّکَ"۔کی زائد عبادت۔قُمِ الَّیْلَ رات جاگنا۔اَقِمِ
الصَّلٰوۃَ۔نماز پڑھنا قُرْاٰنَ الْفَجْرِ۔رات کو قرآن پڑھنا۔کے مجموعۂ عمل کو۔شریعت و
طریقت کے نام سے پہچانا جاتا ہے ـــ جو اسلامی شریعت کا ایک حقیقی۔(الٰہی) علم وعمل
ہے۔جس عمل سے۔اسماءِ اسرار الٰہی۔اور معرفتِ الٰہی حاصل ہونا اصل مقصود ہے۔یہی
علم وعمل ایرانی علم کی آمیزش سے۔طریقت یا تصوف کے نام سے متعارف ہوا اس مقام
پر اس تمام بیان سے دو کیفیتیں سامنے آتی ہیں۔کہ قرآن وھدایت وطریقت کے عمل

سے۔ مقاماتِ باطنی ـــــ اسرار وآثارِ الٰہی (نوری) کی ہیئتیں۔کیفیات۔اور نوری مقامات کا ایک خاص تصور ـــــ دوسرے ان آثار واسرار کی ہیئتوں کا ''مشاہدہ'' ـــــ بالفاظِ دگر ''ھدایت'' ـــــ پرعمل سے۔ایک طرف ''تزکیہ نوری''۔حاصل ہوکر۔روحِ رحمانی ان مقاماتِ نوری تک رسائی حاصل کرتی ہے دوسرے۔اس روحانی رسائی سے ان نوری ہیئتوں (مقامات) کا ''مشاہدہ''۔ہوتا ہے۔اسی طریق اور کیفیت کو ''طریقت'' ـــــ یا ''تصوف'' سے موسوم کیا گیا۔جو اسلام کی اصل قرار دی جاتی ہے۔

اس بیان سے یہ واضح ہونا مقصود ہے۔کہ طریقت سے مراد۔اسماءِ الٰہی ـــــ اسرارِ باطنی ـــــ عالمِ نوری۔ ''زمین'' ـــــ ''انسان'' کی ذات سے لیکر ـــــ ''اللّٰہ'' ـــــ کی ذات تک کائناتِ نوری۔ناری۔خاکی۔کی کیفیات کی تخلیق میں ایک خالقِ کائنات کی خالقیت میں۔اس اللّٰـہ کی ذات کا تصور اور ان تمام آثار کا مشاہدہ پاکر علم حاصل کرنا ہے ـــــ اس عمل میں۔آثار کائناتی ـــــ تا ذاتِ الٰہی کا علم۔ ''بالمشاہدہ'' ہونا ـــــ سو اس مقام پر اصل مقصود ـــــ انسان کا اپنی ادراکی قوتوں سے کائنات کے تمام اسرار کا مشاہدہ کرکے ان کیفیات کا علم حاصل کرنا ہے۔لہذا دیکھنا ہے۔کہ انسان میں۔تمام آثارِ۔نوری۔ناری۔خاکی کی کیفیات کا علم حاصل کرنے کی۔کیا قوتیں پائی جاتی ہیں۔اوران قوتوں کا استعمال کس طرح ہوتا ہے۔یہ واضح ہے۔کہ کسی شخص کو ولی۔فقیر۔نبی ہونے کی صورت میں۔انہیں اوصاف پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔کہ وہ اپنی روحانی قوتوں کی پاکیزگی کے سبب صاحبِ کرامات۔اور صاحب مشاہدہ ہوتا ہے۔لہذا۔اب انسان کی روحانی قوتوں کے کمال اور اسکی قوتِ مشاہدہ پر بحث کی جاتی ہے۔

۔۲۔

روحانی مشاہدہ کی قوت اور ذرائع

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ انسان میں۔ جہاں اسکی جسمانی بقا کیلئے حصولِ سامانِ زندگی میں اسکے جسمانی اعضٰے کام کرتے ہیں۔ وہاں اسکے حصولِ علم میں بھی بعض قوئ (Organs) مخصوص ہیں۔ جو صرف حصولِ علم میں استعمال ہوتے ہیں۔ جن میں حواسِ خمسہ کا عمل خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ کہ یہ قوتیں صرف کائنات کی اشیأ کا علم حاصل کرنے میں کارآمد ہوتی ہیں۔

انسانی زندگی کا مطالعہ کرنے سے۔ یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ کہ انسان پیدا ہوتے ہی۔ جبکہ اسکے اعضٰے حصولِ سامانِ زندگی میں استعمال نہیں ہوتے۔ فطری طور بے خبری کے عالم میں بھی۔ اپنے حواس سے کام لینے کی فطری صلاحیت۔ ساتھ لیکر آتا ہے ــــ بچہ پیدائش کی پہلی ساعت میں۔ ایک نئی دنیا دیکھکر محسوس کرتا ہے۔ گویا اسکی ''قوتِ بصر''۔ کام کرتی ہے ــــ بچہ پیدا ہوتے ہی آوازیں سنتا ہے۔ اس وقت اگر ایک زوردار دھماکا کیا جائے۔ تو بچہ دہشت سے اچھل پڑتا ہے۔ گویا اسکی ''قوتِ سمع'' ــــ کام کرتی ہے۔ بچہ پیدائش کی پہلی ساعت میں رونا شروع کرتا ہے ــــ گویا۔ اسکی ''قوتِ کلام'' ــــ کام کرتی ہے۔ بچہ کی ناک میں دھواں داخل ہو۔ تو

گھبرا کر رونا شروع کر دیتا ہے۔ گویا اسکی "قوتِ شامہ" ـــ کام کرتی ہے ـــ بچہ غیر ارادی طور ماں کا پستان منہ میں رکھکر چوسنا شروع کرتا ہے گویا ـــ اسکی "قوتِ ذائقہ" کام کرتی ہے ـــ بچہ کے جسم پر۔ زخم۔ یا جلن کی اذیت پہنچے۔ تو تکلیف کے احساس سے رونا شروع کرتا ہے۔ گویا اسکی "قوتِ لامسہ" (حس) کام کرتی ہے ـــ یہ پانچ حواس ـــ (۱) قوتِ بصر (آنکھ) (۲) قوتِ سمع (کان) (۳) قوتِ ذائقہ (زبان) (۴) قوتِ شامہ (ناک) (۵) قوتِ لامسہ (چھونے کی حس)۔ پانچ قوتیں فطری طور۔ انسان کو اسکی پیدائش میں میسر ہیں۔ جن سے وہ اپنی نشوارتقا میں۔ اور حصول علم میں۔ بہر حال کام لیتا ہے۔ بظاہر بچہ ہوش وحواس سے بے خبر محسوس ہوتا ہے ـــ لیکن اس بے خبری کے عالم میں بچہ کی حرکت وعمل سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انسان پیدائش کے ساتھ ہی۔ ان قوتوں کو استعمال کرنے کی فطری تحریک حاصل کئے ہوتا ہے ـــ تو ظاہر ہوا کہ انسان کیلئے۔ اپنے ہوش سنبھالنے کے ساتھ ہی ان قوتوں کو اپنی نشو ارتقا ـــ حصولِ سامانِ حیات ـــ اور اس حصول میں ایک (حصول کا) علم اپنے حصول کی آسانی میں استعمال کرنا ضروری ہے ـــ اور یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ انسان۔ حواس وعقل پختہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہر شے کی۔ ماہیت (بناوٹ) خاصیت۔ اور اسکے مصرف (استعمال) کی تحقیق میں۔ حواس و ذہن کو فطری طور استعمال کرنے کا عادی ہوتا ہے ـــ انسان کے سامنے ایک وسیع کائنات پھیلی ہوئی ہے۔ اور جہاں تک اسکی نظر پہنچتی ہے۔ وہ مختلف اشیأ کو محسوس کرتا ہے ـــ تو اشیأ کی شناخت کی تحریک۔ خود بخود اسکے ذہن کو انکی تحقیق کی تجسس پر آمادہ کرتی ہے ـــ ہاں ـــ! یہ تحریک اسکے

ذاتی مفاد میں ــــ حصولِ سامانِ زندگی کی فراہمی کیلئے ملتی ہے ــــ ایک ذرہ سے لیکر جہاں تک اسکی وسعتِ نظر ہے ــــ اسے یہ فطری تحریک ملتی ہے۔ کہ یہ اشیاٗ کیا ہیں؟ ــــ کس لئے ہیں؟ ــــ انکی تحقیق کا جذبہ اسے ابھارتا ہے ــــ کہ انکا بنیادی وجود کس شے سے ہے؟ ــــ کیونکہ انسان اپنی خوراک۔ سامانِ حیات میں ــــ اپنی طبیعت کے مطابق۔ ہر نفع کی "پہچان" کرتا ہے ــــ یہ "پہچان" ــــ ایک "تحریک" ہے ــــ اشیائے کائنات میں ــــ انکی "ذات" ــــ انکی "صفات" ــــ انکے "خالق" ــــ کی پہچان کی جستجو میں انسان کو۔ متوجہ ــــ مصروفِ عمل اور آمادہ کرے۔ یہ انسان کی فطری تخلیق کا خاصا ہے ــــ جو اسکی "پہچان" ــــ کا ایک مقصد متعین کرتا ہے ــــ جسکا اصل نچوڑ ــــ "پہچان" ــــ اور "تحقیق" ــــ بنتا ہے ــــ

ہاں!۔ انسان کا مقام اَلْاَرْضِ (زمین) میں ہے ــــ اس میں بعض اشیاء اسکے حواس کے احاطہ میں آتی ہیں ــــ بعض اشیاء لطیف ہیئت میں ہیں جو نزدیک ہیں۔ اور دور بھی ــــ ایسی لطیف ہیئتوں کو ماورائے ادراک کیفیات سے موسوم کیا جاتا ہے ــــ اور بعض اس سے بھی دور جنکا وجود ہے۔ مگر انکا ادراک میں آنا ممکن نہیں ــــ ہاں! ــــ ان سب اشیائے کائنات کی۔ پہچان ــــ تحقیق ــــ جب انسان کے علم میں یہ کیفیتیں لائی جائیں ــــ یا آئیں ــــ تو انکی "پہچان"۔ اور "تحقیق" پر فطری طور انسان کا ذہن آمادہ ہو جاتا ہے۔ بس یہی فطری ــــ پیدائشی خاصیت۔ انسان کا پیدائشی مقصد بن جاتا ہے۔

اس بنیادی اصول کے مدِ نظر۔ یہ سوچنا ہے۔ کہ اشیائے کائنات کی پہچان

اور تحقیق کا طریق کیا ہے؟ ــــ اسکے لئے خود انسانی خواص میں ــــ ''حواس'' ــــ کا پایا جانا ــــ اور ان حواس کا عمل ــــ ایک راہ متعین کرتا ہے۔ جسکے لئے اِن ''حواس'' ۔ پرہی تجزیہ کرنا ــــ ابتدائی قدم ہے۔ لہذا حواسِ انسانی پر تحقیق سے ہی ایک راہ متعین ہوسکتی ہے۔

انسانی وجود میں۔ حواسِ خمسہ ــــ آنکھ۔ کان ۔ ناک۔ زبان ۔ اور جسم کی شریانوں کی ساخت پرغور کیا جائے ــــ تو معلوم ہوگا۔ کہ باقی اجزاُ (اعضےٰ) جسمانی کے مقابلہ میں۔ ان قویٰ (Organs) کو حصولِ علم کیلئے استعمال کیا جاتا ہے ــــ جیسا کہ زبان سے انسانی نشو ونما میں غذا استعمال کی جاتی ہے لیکن۔ کان۔ ناک آنکھ۔ لامسہ سے غذا استعمال نہیں کی جاتی بلکہ یہ قوتیں صرف کیفیات۔ یا اشیاء کی ہیئتوں کی پہچان۔ اور علم حاصل کرنے میں استعمال ہوتی ہیں ــــ اس عمل سے واضح ہو جاتا ہے کہ انسانی وجود میں حواسِ خمسہ کا پایا جانا ــــ انسان پر کائنات کی اشیاء کی تحقیق و پہچان میں ان قوتوں کو استعمال کرنا۔ ایک فطری ضابطہ کے تحت لازمی ہے ــــ اور یہ قوتیں صرف تحقیق و پہچان کیلئے ہی انسان میں ودیعت کی گئی ہیں ــــ

یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ یہ قوتیں فطری طور۔ تحقیق و پہچان۔ میں انسان کی مکمل راہنمائی کرتی ہیں ــــ جس میں کسی اور ذریعہ کی راہنمائی کی ضرورت کے لئے انسان محتاج نہیں ــــ انسان درخت دیکھتا ہے ــــ وہ درخت ہی ہے ــــ انسان پہاڑ دیکھتا ہے ــــ وہ پہاڑ ہی ہے ــــ انسان آواز سنتا ہے ــــ حقیقتاً وہ آواز ہی ہے ــــ انسان ایک شے کی لذت چکھتا ہے ــــ زبان ہر کیفیت کا وہی اثر بتاتی ہے۔ جو

اس کیفیت میں پایا جاتا ہے ــــ انسان آگ چھوتا ہے۔ حقیقتاً انسان قوتِ لامسہ سے وہی اثر قبول کرتا ہے۔ جو آگ میں پایا جاتا ہے۔

ان قوتوں کے فطری افعال اور استعمال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ انسان پیدائشی طور۔ اشیائے کائنات پر تحقیق و پہچان کا عادی ــــ تھا ــــ عادی ہے ــــ اس حال میں کہ اسکی تمام قوتیں۔ قوی اور کیفیات کی اصل ہیئتوں کے علم میں۔ حقیقی تصورات حاصل کرنے کا ایک مخصوص ذریعہ ہیں۔

زمین پر ایک ابتدائی انسان کا مکمل تصور یہ ہے۔ کہ زمین پر ایک انسانِ کامل کا ظہور ہوتا ہے ــــ جو اپنے حواس سے کائنات کی پہچان ــــ تحقیق ــــ اور حصولِ سامانِ حیات میں۔ ایک معقول۔ اور مہذب انسان تصور کیا جانا۔ فطری اصول کے تحت لازمی ہے ــــ اسکے مقابل۔ وحشی صفت ہونا ــــ انسان سے کمتر درجہ، ہیئتِ حیوانی کا خاصا ہے جسکا انسانی وجود میں تصور کرنا لغو اور بے بنیاد نظریہ سمجھا جاتا ہے۔

قبل اسکے کہ حواسِ خمسہ کے افعال پر بحث کی جائے۔ یہ جاننا ضروری ہے ــــ کہ محققین کے نزدیک حواسِ خمسہ کے ساتھ حصولِ علم میں دماغ (ذہن) کو بھی خصوصی دخل ہے۔ کہ بغیر دماغی عمل کے حواس خمسہ کا عمل مکمل نہیں ہو سکتا ــــ دماغی ہیئت و مقام کے لحاظ سے اس کا حواس سے فطری رابطہ پایا جاتا ہے ــــ جو محض حصولِ علم۔ تحقیق و پہچان کیلئے ہی استعمال ہوتا ہے ــــ لہذا محققین نے دماغ کو حصولِ علم میں حواس کا معاون قرار دیا ہے۔

محققین یونان نے دماغ کے تجزیہ میں۔ اسکے قویٰ (Organs) علمی

کے خاص حصص (حصے) تقسیم کئے ہیں ــــ جن میں انکی تحقیق کے مطابق ــــ (۱) قوتِ حافظہ ــــ (۲) قوتِ واہمہ ــــ (۳) قوتِ متصرفہ ہیں۔ یہ تقسیم ان قویٰ کے افعال کے مطابق۔ انکے نام سے اخذ کی گئی ہے ــــ اور تحقیق میں یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حواس خمسہ سے حاصل شدہ کیفیات کا عکس دماغ تک پہنچ کر ہی انسانی علم وآگاہی میں آتا ہے ــــ اگر حواس خمسہ سے آمدہ کیفیات کا عکس دماغ تک نہ پہنچے۔ تو انسان کو کسی کیفیت کے وجود کا علم نہیں ہوسکتا۔ یہ تقسیم محققین یونان کی قدیم تحقیق ہے۔

محققینِ مغرب نے بھی دماغ کے تین حصص تحقیق کئے ہیں ان میں (۱)۔ Area of Sight (دماغی حصۂ بصری)۔(۲)۔ Motor Area (دماغی حصۂ عصبی۔متصرفہ)۔(۳)۔ Psychic Area (واہمہ) یہ حس تین اجزائ پر مشتمل ہے جن میں واہمہ ــــ حافظہ ــــ اور حس مشترک شامل ہیں۔ محققین مغرب نے بھی ان قویٰ (Organs) کے افعال کے مطابق انکے نام اخذ کئے ہیں۔ لیکن محققین یونان ــــ اور محققین مغرب کے نظریات وتجربات میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے ــــ وہ یہ کہ قویٰ کے ناموں کے مطابق انکے افعال کی صحیح نشاندہی نہیں کی گئی ہے ــــ محققین مغرب نے Psychic Area کو واہمہ سے ظاہر کیا ہے۔ لیکن اس حصہ میں تین اجزأ (Organs) کی الگ الگ (واہمہ۔ حافظہ۔ حس مشترک) نشاندہی نہیں کی ہے۔ اسلئے۔ کہ وہ اس حصہ کی اصل ہیئت وعمل کو تحقیق میں نہیں لاسکے۔ اسلئے کہ انکی تحقیق ایک وجود کی ہیئت کی ''پہچان''۔ عینی مشاہدہ پر ہوتی ہے ــــ جبکہ ان قویٰ کا عمل لطیف روحانی ہیئت میں ہوتا ہے۔ جو بغیر لطیف روحانی ذریعۂ ادراک حاصل نہیں ہوسکتا۔

محققینِ اسلام (حکما) نے بھی دماغ کی تقسیم میں۔ دماغی فعل کے مطابق۔ دماغ کے پانچ حصص بتائے ہیں ـــــ جنہیں حواسِ خمسہ ظاہری کے مقابل حواسِ خمسہ باطنی کی شکل میں پیش کیا ہے ـــ ان میں (۱) دماغی حصہٗ بصری جسے حکماءِ مغرب نے Area of sight کے نام سے ظاہر کیا ـــ (۲) دماغی حصہٗ عصبی جسے حکماءِ مغرب نے Motor Aera کا نام دیا ہے۔ اسے متصرفہ بھی کہا جاتا ہے ـــ (۳) واہمہ ـــ (۴) حافظہ ـــ (۵) حسِ مشترک۔ لہٰذا ان دماغی حواسِ خمسہ باطنی پر ہم اسلامی نظریات و تجربات کی روشنی میں بحث کرینگے ـــ اب ان پانچ قوائے ذہنی کے حصولِ علم میں مثالی ترتیب پیش کی جاتی ہے ـــ تا کہ ان قویٰ کی ہیئت و فعل کو آسانی سے سمجھا جاسکے۔

مثال کے طور حواسِ خمسہ ظاہری میں۔ ''قوتِ بصر''۔ آنکھ سے دیکھنا ـــ یعنی حواسِ خمسہ میں قوتِ بصر (آنکھ) کا عمل۔ جو حواسِ خمسہ باطنی (دماغی) کے ذریعہ تکمیل پاتا ہے ـــ یعنی آنکھ کے زاویہ میں آئی ہوئی کیفیت (موم بتی) کا عکس۔ آنکھ کی پتلی Eye Ball پر آجاتا ہے۔ محققین کی تحقیق کے مطابق۔ یہ عکس آنکھ کی پتلی سے گذر کر۔ پتلی سے پیچھے ایک مائع کی تھیلی Retina پر آجاتا ہے۔ یہاں سے یہ عکس دماغ کے پچھلے حصے۔ دماغی حصہٗ بصری Area of sight پر منتقل ہوتا ہے۔ دماغ کا یہ حصہ صرف آنکھ کے عمل کو پورا کرنے کیلئے بنا ہے۔ کیونکہ انسانی علم میں آنکھ کے عمل کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ کہ بغیر آنکھ سے دیکھے کسی شے کے علم وادراک کی تکمیل کامل نہیں ہوسکتی ـــ دماغی حصہٗ بصری سے یہ (موم بتی کا) عکس۔ دماغی حصہٗ

عصبی۔(متصرفہ۔ Motor Area) میں منتقل ہوتا ہے ـــ اور یہاں سے گزر کر یہ عکس واہمہ میں منتقل ہوتا ہے ـــ ''واہمہ'' ـــ متصرفہ سے ملحقہ دماغ کا ایک حصہ ہے۔ جو آنکھ کے ذریعہ منتقل ہوئی کیفیت کی ماہیت (شکل وصورت) کی شناخت کرتا ہے ـــ کہ یہ کیفیت۔ ''سفید شے۔ جسکے سر پر مخروطی شکل کی روشنی ہے'' ـــ (موم بتی کی ہیئت کی نشاندہی کرتا ہے) ـــ واہمہ سے عکس واہمہ سے ملحقہ دماغی حصہ۔ ''حافظہ'' ـــ میں منتقل ہوتا ہے۔ حافظہ کے اس حصہ میں عکس کی شکل وصورت۔ مکمل ہیئت۔ تصویر کی مانند محفوظ ہو جاتی ہے ـــ اس عمل کی نسبت سے اس حصہ کو'' حافظ'' ـــ (محفوظ کرنے والا) سے موسوم کیا جاتا ہے ـــ حافظہ سے (موم بتی کا) عکس اسکے ملحقہ دماغی حصہ حسِ مشترک پر منتقل ہوتا ہے۔ تو حسِ مشترک پر ـــ تصویر (موم بتی) کا عکس آنے پر ہی۔ آنکھ سے دیکھنے کا عمل پورا ہو جاتا ہے۔ اس حال میں۔ کہ اگر آنکھ سے دیکھی کیفیت کا عکس حسِ مشترک پر منتقل نہ ہو۔ تو انسان کے دیکھنے کا عمل پورا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حواسِ خمسہ ظاہری کی قوتیں۔ قوتِ سمع ـــ قوتِ ذائقہ ـــ قوتِ شامہ ـــ قوتِ لامسہ کا عمل بھی۔ ان قویٰ سے حاصل شدہ اطلاعات و کیفیات کا عکس۔ حواسِ خمسہ باطنی۔ دماغی حصہ عصبی (متصرفہ) سے گزرتا۔ واہمہ۔ حافظہ میں سے گزر کر حسِ مشترک پر منتقل ہو کر ہی کیفیات کے وجود کا علم ہوتا ہے۔

محققین مغرب کے مطابق Motor Area۔ متصرفہ کا مقام دماغ کے پچھلے حصہ پر ہے ـــ جہاں ریڑھ کی ہڈی کا گودا (Spinal Cord) دماغ کے گودے سے ملتا ہے ـــ یعنی متصرفہ حواسِ خمسہ کی آمدہ اطلاعات کا جنکشن ہے۔ جہاں

آنکھ۔کان۔ناک۔زبان اور لامسہ جسم سے حاصل شدہ کیفیات۔متصرفہ پر منتقل ہوتی ہیں۔اور پھر متصرفہ سے واہمہ پر اور واہمہ سے حافظہ پر ـــــ حافظہ سے حسِ مشترک پر منتقل ہو کر کسی کیفیت کے وجود کا احساس دلاتے ہیں ـــــ اس حصہ کو ''متصرفہ'' اسلئے نام دیا گیا ہے۔کہ اس حصۂ دماغی سے ریڑھ کی ہڈی کے گودے میں سے باریک شریانیں تمام جسم کے ذرّہ۔ذرّہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ان شریانوں میں لطیف جوہر (خون) کے ذریعہ ہی۔حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل شدہ کیفیات کا عکس۔لطیف جوہر میں جذب ہو کر متصرفہ تک پہنچتا ہے۔اور متصرفہ کے ذریعہ ہی ہر حواس کی حاصل شدہ کیفیت واہمہ۔حافظہ۔حس مشترک تک پہنچتی ہے۔نیز جسم کے تمام اعصاب (رگیں Nerves) بھی ریڑھ کی ہڈی کے گودے میں سے گزر کر دماغی حصہ عصبی (متصرفہ) سے جا ملتے ہیں ـــــ چونکہ ان اعصاب پر ہی انسانی حرکت وعمل کا دارومدار ہے۔جو انسانی وجود کی حرکت کا کنٹرول (تصرف) کرتے ہیں۔اس لئے اسی فعل کی نسبت سے اس حصہ کو ''متصرفہ'' ـــــ (جسم پر تصرف Control رکھنے والا) کہا گیا ہے ـــــ مغربی محققین اس حصہ کو Motor Area ـــــ اور اسلامی حکما اس حصہ کو متصرفہ نام دیتے ہیں ـــــ لہذا یہ امر محقق ہے۔کہ بغیر حواسِ خمسہ باطنی (قوائے دماغی) کے حواسِ خمسہ ظاہری کا عمل ذاتی طور مکمل نہیں ـــــ جب تک حواسِ خمسہ سے حاصل شدہ کیفیات حواسِ خمسہ باطنی کے حسِ مشترک تک نہ پہنچے۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے۔کہ باوجود اس کے کہ انسانی وجود میں حواسِ خمسہ ظاہری ـــــ اور حواسِ خمسہ باطنی کے عمل سے ہی انسانی علم کی تکمیل ہوتی ہے ـــــ لیکن

اس حصول میں مزید ایک قوت کو دخل ہے۔ جس کے بغیر حواس و ذہن حصولِ علم میں اس قوت کے محتاج ہیں۔ اگر یہ قوت حصولِ علم میں معاون نہ ہو ___ تو دونوں قوتوں کا عمل بیکار ثابت ہو گا ___ وہ قوت۔ محققین مغرب یا قدیم و جدید محققین کی تحقیق کے نزدیک ___ وہ قوت! ___ ایک شے کے وجود اور آنکھ (حواس) کے درمیان کی غیر محسوس فضا ہے۔ جسے ''ایتھر'' ___ کے نام سے موسوم کیا گیا ___ محققین کی تحقیق کی رو سے۔ ایک شے کی ہیئت کا عکس۔ فضا میں پائی جانے والی۔ لطیف قوت ___ ایتھری لہروں کے ذریعہ آنکھ کی پتلی تک منتقل ہوتا ہے۔ اگر درمیان میں۔ ایتھر کا عمل موجود نہ ہو۔ تو کیفیت کا عکس آنکھ تک نہ پہنچ سکیگا۔ لہذا یہ امر ثابت ہے۔ کہ حصولِ علم میں۔ بنیادی قوت۔ ''ایتھر'' کا وجود لازمی ہے ___ جو ہر کیفیت کی ہیئت میں۔ خواہ بیرونِ فضا ہو۔ یا اندرونِ حواس خمسہ ___ ذہن (حسِ مشترک) تک کا فاصلہ ___ ہر جگہ۔ ''ایتھر'' ___ ہی۔ انتقالِ ہیئت کا ذریعہ ہوتی ہے ___ آنکھ سے لیکر حسِ مشترک تک۔ کان کے پردوں سے لیکر حسِ مشترک تک ___ ناک کے پردوں سے لیکر حسِ مشترک تک۔ زبان کے اعصاب سے لیکر حسِ مشترک تک۔ اور خود قوتِ لامسہ میں جسم کے اعصاب میں پاؤں کے انگوٹھے سے لیکر ___ حسِ مشترک تک۔ انسانی وجود میں ''ایتھر''۔ کا وجود پایا جاتا ہے۔ حقیقتاً۔ یہی ایتھر بذاتِ خود ہر مقام پر انتقالِ ہیئت (عکس) کا ذریعہ ہونا۔ ایک فطری تخلیقی عمل کے تابع یقینی ہے۔

قوتِ لامسہ میں۔ انسانی جسم کا ذرّہ ذرّہ شامل ہے۔ جسم کے ذرّہ ذرّہ میں

عصبی رگیں لامسہ کا عمل پورا کرتی ہیں۔لہذا جسم کے ذرّہ ذرّہ میں ایثر پائی جاتی ہے ـــــ ''ایثر''[1]۔ایک لطیف جوہر ہے۔جو محسوس نہیں ہوتی ـــــ یہ ایثر انسانی جسم میں بمنزلہ ''روح'' ہے۔جسے محققین اسلام کے نزدیک۔''روحِ حیوانی'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔گویا۔''ایثر'' ـــــ اور انسانی جسم کو زندہ رکھنے والی قوت (روح) ایک ہی جنس ہیں ـــــ یہی ایثر بیرون فضا میں واقع ہے۔جو انسانی حصولِ علم میں کیفیات کا

---

[1] محققین نے کائنات میں اس لطیف فضا کا ''تعارفی نام''۔''ایثر'' کیسے دیا؟

غالبًا اس فضائی لطیف کیفیت کی تحقیق حکمائے یونان سے ہوئی۔جنہوں نے فلسفیانہ تجزیہ سے۔ کائنات کی علتِ اولیٰ کو ایک ''مجرد نور'' میں محسوس کیا ـــــ اور تخلیقی آثار میں اسی نور کو ہر مقام پر وجہِ تخلیق (Mater) قرار دیا اور فضائے آسمانی کے مقام پر اسی نورِ مجرد کی جز کو اس فضائے آسمانی میں محسوس کر کے۔یونانی زبان میں ایثر (ا۔ی۔ث۔ر) ایک لطیف قوت قرار دیا۔

مابعد زمانہ محققین نے اس لطیف قوت کو اسی تعارفی نام سے استعمال کیا۔اور یہی نام سابقہ آرین قوم کے محققین نے اپنی تحقیق میں استعمال کیا ـــــ جس میں آرین قوم کی زبان میں۔''ایثر'' کے تلفظ کو''ایتھر'' کے تلفظ میں ادا کیا۔جس میں۔ایثر کی ''ث'' کو مخرج میں ''تھ'' کی آواز میں ادا کیا ـــــ اور جب یہ علم محققینِ مغرب کی تحقیق میں آیا ـــــ تو انہوں نے چونکہ انکی زبان میں ''ث'' استعمال نہیں۔لہذا انہوں نے ETHER کو EACER کے تلفظ میں ادا کیا ـــــ اور گذشتہ آرین قوموں کے علوم۔وید۔شاستر کی زبان میں۔''ایثر''۔کو نور مجرد کی جز کی صورت میں ''ایشور'' کے تعارفی نام سے۔استعما[illegible]یا۔محققین عرب میں یونانی علم منتقل ہوا۔جس میں ایثر کا تعارفی نام استعمال ہوا۔عربی مخرج میں۔''ث'' کا تلفظ۔ ''ھ'' کے مخرج کے برابر ادا ہوتا ہے۔اسلئے ''ایثر'' کے لفظ کو [illegible] یتھر کے مخرج کے ساتھ ''ایتھر'' کی آواز میں ادا کیا گیا۔اور اغلب ہے۔کہ آرین قوموں کے بعد زمانہ میں۔ محققین مغرب نے اسی۔ایشور کے بنیادی تصور پر۔ایشور کے نام کو ایتھر کے لفظ سے استعمال کیا ہو۔جس میں ہندو فلسفہ کے مطابق (الـلّـہ نور) ـــــ قرآنی بیان کے مطابق اس فضائے ایثری کو اللہ کا نور تصور کر کے ہر شے میں اللہ کا نور عقیدہ میں استعمال کر کے ایثر کو ایشور کے نام سے پکارا یا ایشور کو ایثر کے نام پر پکارا۔

عکس ۔حواس تک منتقل کرنے کا ذریعہ ہے۔اوریہی ایثر۔حواس کے ذریعہ(اندرونِ جسم)دماغ(حسِ مشترک) تک کیفیات کا عکس منتقل کرنے کا سبب ہے۔

درحقیقت۔ یہ ایثری روح بذاتِ خود۔حواس میں کیفیات منتقل کرنے کی قوت ہے۔اوریہی ایثرخود۔دماغ میں کیفیات کا احساس وعلم پانے کی قوت ہے ـــ بہ الفاظِ دگر۔حواسِ خمسہ ظاہری اورحواسِ خمسہ باطنی میں کیفیات کے عکس منتقل کرنے کی قوت۔اور دماغ میں کیفیات کا احساس وعلم کرنے کی قوت کو''ایثر'' ـــ سے موسوم کیا گیا ہے۔

محققین کی تحقیق سے یہ امر واضح ہے۔کہ۔''ایثر'' ـــ (روح حیوانی کی شکل میں)دماغ میں قوی صورت میں پائی جاتی ہے ـــ جو خود۔دیکھنے۔سننے۔چکھنے۔سونگھنے اورمس کرنے کا عمل پورا کرتی ہے۔اس اعتبار سے۔اسکا اپنا ایک (روحانی) منفرد وجود ہے۔جو دماغ میں قوی حالت میں۔خود علم پاتی ہے ـــ یہ''ایثر''(روح حیوانی)روحانی حیثیت میں۔ذاتی حیثیت میں۔ہر کیفیت کا عکس حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔اسلئے روحانی حیثیت میں۔دماغی ایثر۔بغیر حواس کی مدد کے بیرونی فضائے ایثری سے براہ راست رابطہ کرکے۔ہر کیفیت کا مشاہدہ کرسکتی ہے۔

اس عمل کی ایک خاصِ ترتیب ہے۔کہ اندرون دماغی ایثر کا۔بیرونی فضائے ایثری سے بغیر کسی (Gap) وقفہ کے رابطہ قائم رہتا ہے ـــ لہذا جو عکس۔بیرون فضائے ایثری میں لہروں کے ذریعہ آنکھ کی پتلی کے زاویہ میں سامنے آیا۔اسی آن۔ایثری لہروں کے ذریعہ۔آنکھ کے راستے(Area of Sight ۔حسِ بصری)۔

متصرفہ (Motor Area)۔ واہمہ۔ حافظہ سے منتقل ہوتا۔ حسِ مشترک تک پہنچا۔ اور انسان نے اس کیفیت کا مشاہدہ کیا۔ یہ انتقالِ ہیئت۔ ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی رفتار سے ہوتا ہے۔ جس میں (Time) وقت (زماں) اور (Space) فاصلہ (مکاں) ناپا نہیں جا سکتا۔ اس عمل میں کسی شے کا علم ہونا بظاہر حواس (آنکھ) سے محسوس ہوتا ہے۔ لیکن اس ترتیب میں علم پانے کا عمل۔ ایثر (روحِ حیوانی) کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا انسانی مشاہدہ۔ خواہ حواس خمسہ ظاہری سے ہو ـــــ یا حواس خمسہ باطنی سے ہو۔ اصل ذریعۂ علم ایثر یا روح حیوانی ہی ہوتی ہے ـــــ گویا انسان کا ظاہری حیثیت میں مشاہدہ کرنا بھی روحانی عمل تصور کیا جاتا ہے ـــــ اس امر سے واضح ہے کہ انسانی جسم میں ـــــ دماغی روح ـــــ ایثر ـــــ یا روحِ حیوانی بغیر حواس خمسہ کی مدد کے۔ بیرونی فضا کی تمام کیفیات کا عکس براہِ راست حاصل کر کے ہر کیفیت کا مشاہدہ کر سکتی ہے۔

پیشتر بیان ہوا۔ کہ حواسِ خمسہ ظاہری۔ اور حواسِ خمسہ باطنی سے کس طرح کیفیات کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جس میں حواس خمسہ باطنی کے پانچ قوائے دماغی سے علم کا عمل مکمل ہوتا ہے۔ اب مناسب ہو گا کہ حواسِ خمسہ باطنی میں انکے قویٰ (Organs) کے افعال اور ایثر کے عمل سے حصولِ علم کی ترتیب پیش کی جائے۔

یہ واضح ہے۔ کہ قوائے ذہنی میں۔ ''متصرفہ''۔ اور ''حسِ مشترک'' کا عمل مخصوص اور اہم ہے ـــــ ''حسِ مشترک'' ـــــ دماغ میں (سر میں) ماتھے کے اندرون مقام پر واقع ہے۔ اس حصۂ دماغی کو اسکے فعل کے مطابق۔ ''مشترک'' ـــــ کہا گیا

ــــ کہ یہ حصہ دو قویٰ (Organs) سے مرکب ہے ــــ ایک حصہ ــــ ''شعور''
ــــ کہلاتا ہے۔ جو ماتھے کے اوپر والے حصہ میں ہے۔ دوسرا حصہ ــــ ''عقل'' ــــ
کہلاتا ہے۔ ماہرین نفسیات۔ ''عقل'' ــــ کو ''تحت الشعور'' ــــ سے بھی موسوم
کرتے ہیں۔ یہ حصۂ دماغی۔ شعور کے نچلی طرف واقع ہے۔ اس مقام کے لحاظ سے
ہی اس حصۂ ''عقل''۔ کو تحت الشعور ــــ یعنی شعور کے نیچے والا حصہ کہا گیا ہے۔

انسانی علم میں۔ ''شعور'' ــــ اور ''عقل'' کا مشترک فعل ہے۔ یعنی حواسِ
خمسہ ظاہری سے۔ حاصل کردہ۔ کیفیات کا عکس۔ حسِ مشترک تک پہنچنے سے ہی علم کی
تکمیل ہوتی ہے۔ اسکی ترتیب۔ یہ ہے۔ کہ حواس کے ذریعہ حاصل کردہ کیفیت کا
عکس۔ دماغی حصہ عصبی۔ متصرفہ پر منتقل ہو کر ــــ واہمہ ــــ حافظہ ــــ سے گزر کر حسِ
مشترک میں ''عقل'' ــــ پر منتقل ہو کر اس کیفیت کا ادراک ہوتا ہے۔ اس طرح ایک
کیفیت انسانی علم میں آتی ہے۔ ہاں! ــــ ''عقل'' ــــ صرف ٹھوس مادی کیفیات کا
ادراک کرتی ہے۔ اسکے مقابل غیر مادی ــــ غیر محسوس کیفیات کا عکس۔ بجائے عقل
کے۔ شعور میں منتقل ہو کر انسانی علم میں آتی ہیں۔

مثال کے طور نیند کی حالت میں۔ محسوس کرنا ــــ دیکھنا ــــ رَئٔ فِی
الْمَنَامِ ــــ انسان بغیر حواس کے عمل کے بھی کیفیات نیند کی حالت میں۔ محسوس کرتا
ــــ دیکھتا ہے ــــ یا جن غیر محسوس کیفیات کا عکس حواس کے ذریعہ حاصل نہیں ہو
سکتا۔ شعور کے ذریعہ ان کیفیات کا ادراک ہوتا ہے ــــ انسان نیند کی حالت میں ــــ
کیفیات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جبکہ ظاہراً انکا ٹھوس وجود نہیں ہوتا ــــ یہ مشاہدہ۔ شعور

کے ذریعہ ہوتا ہے ۔

حسِ مشترک میں ۔ "عقل" ۔ کا ایک اہم فعل بھی ہے۔ یہ فعل اسکے اخذ کردہ نام سے واضح ہے ۔ "عقل"۔ کے معنی۔ باندھنے والا ۔ یعنی عقل جسم کی تمام حرکت و عمل پر تصرف (کنٹرول Control) کرنے والا ہے ۔ اس کی تفصیل محققین نے یوں بیان کی ہے۔ کہ۔ عقل مرکز ۔ یا منبع ہے۔ جسم کے تمام اعصاب (شریانوں۔ Nerves) کا جو انسان کے تمام جسم میں پھیلے ہوئے ہیں ۔ عقل سے نکلنے والے اعصاب کا۔ متصرفہ (Motor Area) سے خاص تعلق ہے ۔ "متصرفہ" ۔ دماغ کے پچھلے حصہ پر۔ جہاں ریڑھ کی ہڈی (Spinal Cord) کا گودا دماغ سے ملتا ہے ۔ واقع ہے ۔ متصرفہ بھی۔ اعصاب کا ایک چھوٹا سا جنکشن (ملاپ والا حصہ) ہے۔ جہاں سے عقل سے نکلنے والے اعصاب (رگیں) ریڑھ کی ہڈی کے گودے کے ذریعہ تمام جسم میں پھیل جاتے ہیں۔ انہیں اعصاب کے پھیلنے۔ سکڑنے پر انسانی حرکت و عمل وابستہ ہے۔ جب عقل (ارادے کے ساتھ) کسی عمل کا حکم کرے۔ تو عقل کی حرکت ۔ فعل کے ذریعہ۔ متصرفہ برسرِ عمل ہو جاتا ہے ۔ متصرفہ کے ذریعہ اعصاب میں۔ تناؤ پیدا ہونے سے جسم کا ہر عضو حرکت کرتا ہے۔ اس فعل کی نسبت سے اس حصۂ دماغی کو ۔ عقل (جسم کی حرکت کو باندھنے والا) کہا گیا۔ چونکہ یہ حرکت متصرفہ کے ذریعہ عمل میں آتی ہے۔ اس اعتبار سے اس حصہ کو۔ متصرفہ (جسم کی حرکت پر تصرف رکھنے والا) کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ بیان ہوا ۔ حسِ مشترک میں۔ شعور سے غیر مادی کیفیات کا

ادراک ہوتا ہے ـــ اور عقل ٹھوس مادی کیفیات کا (حواس کے ذریعہ) ادراک کرتی ہے ـــ اس عمل میں ـــ ''ایثر'' ـــ کا خصوصی دخل ہے۔ ''ایثر'' ـــ انسانی ادراک میں۔حصولِ علم کا خصوصی عنصر ہے۔بغیر اس عنصر کے۔انسان کسی کیفیت کا ادراک و مشاہدہ نہیں کرسکتا ـــ لہٰذا ـــ اب۔حواسِ خمسہ ظاہری۔اور حواسِ خمسہ باطنی میں۔ ''ایثر'' کے عمل کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

جیسے کہ بیان ہوا۔کہ حواسِ خمسہ ظاہری میں ـــ ایک کیفیت کا عکس آنکھ کی پتلی تک پہنچنے کا اصل ذریعہ۔''ایثر''۔ہی ہے۔اسی طرح آنکھ سے لیکر عقل (حس مشترک) تک کیفیات کا عکس پہنچنے کا ذریعہ فطری نظامِ تخلیق کے تحت ''ایثر'' ـــ ہی ہو سکتی ہے۔گویا تمام فضائے ارضی۔یا آسمانی ـــ اور خود انسان کے وجود میں۔''ایثر'' ـــ بہر حال محیط ہے۔اور جہاں تک انسانی مشاہدہ کا تعلق ہے۔خواہ قریب ہو ـــ یا دور ـــ ہر مقام پر کیفیت کا ادراک کرنے والی قوت ـــ ''ایثر'' ـــ ہی ہوگی ـــ البتہ حسِ مشترک میں عقل کا فعل الگ ہے۔اور شعور کا فعل الگ ہے۔یعنی اس عمل میں عقل کا فعل: ـــ حواس خمسہ سے ٹھوس مادی کیفیات کا عکس۔''عقل'' میں منتقل ہونے سے ظاہری اشیأ کا علم ہوتا ہے ـــ دوسرے۔''عقل'' کی خاصیت ـــ انسانی حرکت و عمل اسی عقل سے وابستہ ہے۔یہ عمل انسان کی جاگتی حالت میں ہوتا ہے ـــ یعنی عقل کے ذریعہ ہی۔انسان کی تمام حرکات۔اور حواسِ خمسہ سے حاصل شدہ کیفیات کا علم وادراک حاصل ہوتا ہے ـــ عقل کی دوسری حالت۔یہ کہ انسانی جسم میں مسلسل حرکت اور عقل کا ہر لحظ جسم کی حفاظت ـــ اور علم حاصل کرنے سے عقل کے ذاتی اعصاب (تھک جانے

سے)سکڑ جاتے ہیں۔جس وجہ سے اس کا ذاتی عمل ساقط ہو جاتا ہے۔ایسی حالت میں۔حواسِ خمسہ سے آمدہ کیفیات کا عکس۔عقل قبول نہیں کرتی ـــــ یعنی عقل کے اعصاب سکڑ جانے سے۔خود عقل بے خود ہوکر ''خفتہ'' ــــ ہو جاتی ہے۔جس وجہ سے حافظہ سے عقل کی طرف منتقل ہوئی کیفیت۔عقل سے محسوس نہیں کی جاتی۔ایسی کیفیت کو ''نیند'' سے تعبیر دیا جاتا ہے ـــ ایسی حالت میں انسان کیفیات کے علم سے بے خبر ہو جاتا ہے ـــ اس عمل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔کہ جب تک حواسِ خمسہ سے حاصل شدہ اطلاعات۔عقل میں منتقل نہ ہوں انسان کیفیات کے علم سے بے خبر رہتا ہے۔ دوسری بات ـــ جب تک حواسِ خمسہ عقل کو کیفیات فراہم نہ کریں۔تو اس حال میں بجائے خود عقل علم حاصل کرنے سے معذور ہے ـــ ایسی صورت میں بھی ـــ انسان کیفیات کے علم سے بے خبر رہتا ہے ـــ تیسری بات۔عقل کی خفتگی کے سبب انسان حرکت وعمل سے عاری ہو جاتا ہے۔اسکے مقابل ـــ ''شعور'' کا فعل: ـــ ''شعور'' کا عمل عقل کے ساتھ مشترک ہوتا ہے۔یعنی بیداری کی حالت میں عقل کے ساتھ ''شعور''۔بھی حواس خمسہ سے آمدہ کیفیات کا مشاہدہ کرتا ہے۔لیکن عقل کے نمایاں عمل کی وجہ سے شعور کا عمل محسوس نہیں ہوتا ـــ اسی مشترک عمل کی بنا پر ان دونوں قویٰ کو ''حسِ مشترک'' سے موسوم کیا گیا۔لیکن ۔شعور کا مشترک عمل یہ ہے۔کہ عقل کی خفتگی کی حالت میں۔شعور۔حصول علم و ادراک میں بر سرِ عمل ہو جاتا ہے ـــ ہاں نیند کی حالت میں۔حواسِ خمسہ۔آنکھ۔کان۔ناک۔زبان۔لامسہ کی قوتیں۔نیند میں بھی۔کیفیات کا عکس حاصل کرکے۔حواسِ خمسہ باطنی ـــ حصہ بصری۔متصرفہ۔واہمہ۔حافظہ تک

پہنچاتے ہیں۔لیکن عقل کی خفتگی کے سبب۔یہ کیفیتیں عقلِ خفتہ میں منتقل نہیں ہوتیں۔
اس وجہ سے انسان حواسِ خمسہ کی آمدہ اطلاعات سے بے خبر رہتا ہے ــــ ہاں یہ جاننا
ضروری ہے کہ حواس خمسہ سے آمدہ کیفیات۔حافظہ میں منتقل ہوکر۔حافظہ کیفیات کو عقل
پر منتقل (Relay) کرتا ہے۔دوسرے۔ہر کیفیت کا عکس۔عقل پر منتقل ہونے کے
ساتھ۔خود حافظہ میں محفوظ ہو جاتی ہے ــــ یہ حواسِ خمسہ ظاہری ــــ اور حواسِ خمسہ
باطنی کا ایک فطری عمل ہے ــــ کہ جاگتی حالت میں۔حواسِ خمسہ ظاہری سے آمدہ
اطلاعات حواس خمسہ باطنی کے ذریعہ۔عقل تک پہنچکر علم کی تکمیل ہوتی ہے۔اور ترسیل کا
یہ عمل حافظہ سے پورا ہوتا ہے ــــ اور نیند کی حالت میں بھی یہ ترسیل کا عمل برابر جاری رہتا
ہے۔لیکن حافظہ سے کیفیات۔عقل کی خفتگی کے باعث (نیند کی حالت میں) عقل میں
منتقل نہ ہونے کی وجہ سے۔کیفیات انسانی علم میں نہیں آتیں ــــ البتہ اس (ترسیلِ
کیفیات) کا عمل ــــ یعنی کیفیات کے انتقال کا عمل ــــ برابر جاری رہتا ہے۔کہ حواس
خمسہ کیفیات کو حافظہ اور عقل تک پہنچاتے ہیں ــــ ایسے موقع پر۔حواس خمسہ سے آمدہ
کیفیات میں ــــ کسی کیفیت میں شدت ہو۔تو ایسی کیفیت حافظہ سے۔عقل پر منتقل
ہوتی ہے۔تو شدتِ اثر سے۔عقل متاثر ہوکر جاگ جاتی ہے۔تو فوراً کیفیت کا احساس
کرتی ہے مثلاً۔اگر فضا میں ہلکی آوازیں کان کے ذریعہ۔حافظہ تک پہنچکر عقل پر
منتقل (Relay) ہوں تو یہ اثر عقل قبول نہیں کرتی تو اس پر خفتگی طاری رہتی ہے۔جس
وجہ سے کان کی سنی آواز سے انسان بے خبر رہتا ہے اور اگر آواز میں شدت ہو۔یعنی زوردار
دھماکا ہو۔تو یہ آواز اپنی شدت کے ساتھ عقل سے ٹکراتی ہے۔تو شدتِ اثر سے عقل متاثر

ہوکر اسکی خفتگی رفع ہوکر۔ عقل جاگ جاتی ہے۔ گویا انسان جاگ جاتا ہے۔ ایسی حالت میں بھی۔ اگر عقل پر (تھکاوٹ کی وجہ سے) قوی۔ غالب خفتگی کا اثر طاری ہو۔ تو عقل پر شدت کا اثر طاری ہو جاتا ہے۔ مگر عقل کے قوی غلبہ (خفتگی) کی وجہ سے۔ عقل جاگتی نہیں۔ تو ''اثر'' کے اعتبار سے۔ یہ کیفیت شعور میں منتقل ہوکر مشاہدہ میں آتی ہے۔ یہ کیفیت عقل کی خفتگی (نیند) کی حالت میں۔ شعور کے ذریعہ مشاہدہ میں آتی ہے۔ تو حواس خمسہ سے آمدہ کیفیات۔ ایسی۔ خفتگی کی حالت میں۔ خودبخود شعور میں منتقل ہوکر مشاہدہ کی جاتی ہیں۔ ایسی کیفیتِ مشاہدہ کو رَءیٔ فِی الْمَنَامِ۔ نیند کی حالت میں دیکھنا ــــ یعنی۔ انہیں قویٰ Organs سے یا حواس خمسہ سے حاصل شدہ کیفیات کو ''نیند'' کی حالت میں (شعور سے) مشاہدہ کرنا ــــ (غلط العام) خواب دیکھنا (اصل) یا خواب میں۔ یعنی نیند کی حالت میں ــــ یا عقل کی خفتگی کی حالت میں مشاہدہ کرنا سے تعبیر دیا جاتا ہے۔ شعور کے ذریعہ مشاہدہ۔ اگرچہ جاگتی حالت میں بھی ہوتا ہے لیکن نیند میں۔ عقل کی خفتگی کی وجہ سے۔ شعوری مشاہدہ واضح طور محسوس ہوتا ہے جس سے جاگتی حالت میں۔ عقل کا مشاہدہ شعور کے مشاہدہ کے مقابلہ میں غالب محسوس ہوتا ہے۔ دراصل شعور کا مشاہدہ۔ فطری طور۔ انسان پر عقل کی خفتگی کی حالت میں شعور کا فطری عمل ہے۔ کہ انسان نیند کی حالت میں بھی۔ اپنی جسمانی حالت کی حفاظت۔ اور علم حاصل کرتا رہے۔ اس مقام پر شعور کے ذریعہ کیفیات کے مشاہدہ کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

اوّل یہ۔ کہ فطری اثر کے تابع۔ شعور نیند کی حالت میں مشاہدہ کرتا ہے۔ دوسرے۔ عقل کے مقابلہ میں۔ لطیف غیر مادی۔ غیر جسمانی کیفیات کا مشاہدہ کرتا

ہے۔ تیسرے۔ بغیر حواس خمسہ کی مدد کے غیر جسمانی۔ یا جسمانی کیفیات کا مشاہدہ کرتا ہے ۔ اسکی اول صورت یہ ہے۔ کہ جب عقل خفتہ اور غیر متصرف ہو۔ تو حواس خمسہ کے ذریعہ آمدہ کیفیات کا اسی حالت میں مشاہدہ کرتا ہے۔ جس حالت میں حواس کیفیات کا عکس فراہم کرے۔ مثال کے طور ___ نیند میں ۔ آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے بیرونی فضا کا عکس حاصل نہیں ہوتا ___ اسلئے آنکھ کی کیفیت شعور کے مشاہدہ میں نہیں آتی ۔ اگر کان ۔ یا ناک ۔ یا زبان ۔ یا لامسہ سے کوئی کیفیت ۔ متصرفہ۔ واہمہ سے گزر کر حافظہ میں منتقل ہو۔ تو یہ عکس شعور میں داخل ہوتا ہے۔ تو اس وقت یہ مشاہدہ ایسا ہی واضح شعور سے ہوتا ہے۔ جیسے عقل سے واضح مشاہدہ ہوتا ہے اس مشاہدہ میں کسی قسم کا نقص یا فرق نہیں ہوتا۔ یعنی جیسی عقل کے ذریعہ بغیر کسی نقص کے کوئی آواز سنی جائے ۔ اسی طرح نیند کی حالت میں ۔ کان کے ذریعہ حاصل شدہ آواز بعینہ شعور سے مشاہدہ کی جاتی ہے ___ نیند طاری ہونے سے شعوری مشاہدہ میں کوئی نقص یا فرق پیدا نہیں ہوتا ___ اسی طرح اگر پاؤں کے انگوٹھے پر کانٹا چبھ جائے ۔ تو جاگتی حالت میں ۔ قوتِ لامسہ کے ذریعہ۔ چبھن کا اثر۔ متصرفہ واہمہ سے حافظہ پر منتقل ہوتا ہے۔ حافظہ سے عقل میں منتقل ہوتا ہے۔ تو کانٹے کی چبھن کا اثر ویسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ یہاں چبھن کی تصدیق آنکھ سے دیکھ کر ہوتی ہے ۔ کہ کانٹا چبھا ہوا نظر آتا ہے۔ نیند کی حالت میں ۔ بالکل ایسی ہی کیفیت ۔ پاؤں پر کانٹا چبھنے کا اثر ۔ قوتِ لامسہ کے ذریعہ۔ متصرفہ۔ واہمہ سے حافظہ پر منتقل ہوتا ہے۔ تو عقل کی خفتگی کی وجہ سے یہ اثر شعور میں منتقل ہوتا ہے۔ تو شعور۔ عقل کی طرح کانٹا چبھنے کا اثر محسوس کرتا ہے۔ تو وہی اثر محسوس

ہوتا ہے جیسا عقل محسوس کرتی ہے۔ لیکن اس چبھن کی تصدیق جاگتی حالت میں آنکھ کے ذریعہ ہو جاتی ہے۔ نیند کی حالت میں۔ آنکھ بند ہوتی ہے۔ تو کانٹے کی ہیئت آنکھ کے ذریعہ حافظہ پر منتقل نہیں ہوتی۔ تو ایسے وقت میں انسان۔ پر "خواب"۔ کی ہیئت طاری ہوتی ہے تو انسان۔ بغیر آنکھ کی مدد کے۔ بھی۔ پاؤں پر کانٹا چبھنے کی کیفیت (نیند کی حالت میں) مشاہدہ کرتا ہے۔ یعنی نیند کی حالت میں۔ پاؤں۔ کانٹا۔ اور چبھن بغیر آنکھ مشاہدہ کرتا ہے۔ بعینہ وہی کیفیت جو پاؤں پر واقع ہوتی ہے مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ حواسِ خمسہ ظاہری۔ اور حواس خمسہ باطنی سے۔ مشاہدہ و ادراک کا عمل کیسے ہوتا ہے ___؟

گزشتہ صفحات پر اسکی تفصیل بیان کی گئی۔ اب شعور کے بذات خود نیند کے عالم میں دیکھنے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے۔

یہ امر واضح ہے۔ کہ کسی شے کے وجود سے لیکر انسانی حواس (آنکھ) تک۔ وجود کی ہیئت کا عکس منتقل ہونے کا ایک مخصوص طریقہ یہ ہے۔ کہ ایثری قوت۔ فضائے عالم میں بسیط ہر مقام پر موجود ہے۔ یہ ایک لطیف قوت ہے۔ جس میں ہر شے کی ماہیت (تصویر کی مانند) جذب ہونے کی خاصیت پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور۔ ایک ہاتھی کا وجود (جہاں پر بھی موجود ہو) اسکی تصویر ایثری لہروں میں جذب ہو کر اپنی ہیئت قائم کرتا ہے۔ اور جب اس ہیئت کا آنکھ کی پتلی سے زاویہ مل جاتا ہے تو ہاتھی کی جذب ہوئی تصویر۔ ایثری لہروں میں تیرتی۔ آنکھ کی پتلی سے ٹکرا کر آنکھ کی باریک شریانوں میں جذب (داخل) ہو کر۔ آنکھ کی شریانوں میں موجود ایثری لہروں کے

ذریعہ۔حصہٗ بصری ــــ متصرفہ ــــ واہمہ ــــ حافظہ کی شریانوں میں جذب ہوتی ہوئی۔حافظہ کی شریانوں میں سے عقل وشعور کی شریانوں میں موجود۔ایثر میں جذب ہوتی ہے۔یہی ''جذبی عمل''۔اصل کیفیت ہے۔جس سے مشاہدہ وادراک کی تکمیل ہوتی ہے۔گویا۔بیرونی فضامیں موجود کیفیت (ہاتھی) کی ہیئت کی تصویر۔جب ایثری لہروں کے ذریعہ۔عقل کی شریانوں میں پہنچتی ہے۔تو انسان ــــ یا عقل کی شریانیں ۔بذاتِ خود ہاتھی کی تصویر کا احساس کرتی ہیں۔اسی احساسِ وجود کو۔''دیکھنے'' ــــ یا ''مشاہدہ'' کرنے سے تعبیر دیا جاتا ہے ــــ ایک کیفیت کی تصویر آنکھ کی پتلی پر آ جاتی ہے۔اس عمل سے۔دیکھنے کا عمل پورا نہیں ہوتا۔یعنی وہ شے دیکھی نہیں جاتی ــــ اسی طرح۔یہ تصویر ــــ حصہٗ بصری پر منتقل ہو۔تو دیکھنے کا عمل پورا نہیں ہوتا ــــ اسی طرح یہ تصویر۔متصرفہ میں منتقل ہو۔تو دیکھنے کا عمل پورا نہیں ہوتا۔اس سے آگے جب کیفیت واہمہ کی شریانوں میں منتقل ہوتی ہے۔تو انسان ایک کیفیت کا بے نام ورنگ ۔بے پہچانی ہیئت کا احساس پاتا ہے۔مگر اس کیفیت کی اصل ماہیت سے متعارف نہیں ہوتا بس ایک موہوم ہیئت کا احساس کرتا ہے۔اس سے مراد''واہمہ''۔ایک کیفیت کے وجود۔موجود ہونے کا احساس دلاتا ہے۔اسکے ساتھ ایک تصویر حافظہ میں داخل ہوتی ہے۔تو اگر پیشتر یہ ہیئت حافظہ میں موجود ہو۔تو فوراً یہ کیفیت حافظہ میں جمع شدہ کیفیت سے مل کر اپنی ہیئت کا تعارف کر دیتی ہے۔کہ یہ موم بتی ہے۔یا ہاتھی ہے۔تو حافظہ اپنے جمع شدہ خزانہ سے کیفیت کو مشابہت دیکر اسکی نام وہیئت عقل میں منتقل کر دیتی ہے لہذا۔جو نام واہمہ حافظہ ایک کیفیت کا اخذ کرتا ہے۔اسی کیفیت پر

عقل اس کیفیت کا علم مکمل کرتی ہے۔ ہاں۔ یہ امر جاننے کا ہے کہ حافظہ تک کیفیت منتقل ہونے تک کیفیت کی اصل ہیئت کا علم مکمل نہیں ہوتا۔ نہ دیکھنے کا عمل مکمل ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص ایک کیفیت دیکھتا ہے! اور جب یہ کیفیت عقل کی شریانوں کی ایثر میں جذب ہوتی ہے تو یہ انجذاب (جذب ہونا) احساس دلاتا ہے۔ کہ۔ ''میں ہاتھی دیکھ رہا ہوں''۔ گویا ایک کیفیت کا عقل کی شریانوں میں جذب ہو کر ذہن (عقل) میں ایک تصویر کا تصور محسوس کرنا۔ یہی تصویر کا تصور ـــ دیکھنے کے عمل میں محسوس ہونا۔ دیکھنے یا مشاہدہ کرنے سے تعبیر ہے۔ اس امر سے یہ واضح ہوا۔ کہ عقل کی شریانوں میں موجود ایثر۔ میں۔ ایک کیفیت جذب ہونے سے ہی دیکھنے۔ یا مشاہدہ کرنے کا عمل مکمل ہوتا ہے ـــ لہذا یہ ثابت ہوا۔ کہ حواسِ خمسہ سے منتقل ہوئی کیفیات کا مشاہدہ وادراک بذاتِ خود عقل ـــ یا عقل کی ایثر سے ہی پورا ہوتا ہے۔ جس میں۔ آنکھ کا عمل باصرہ (دیکھنا)۔ کان کا عمل سمع (سننا)۔ ناک کا عمل شامہ (سونگھنا)۔ زبان کا عمل (ذائقہ)۔ جسم کی شریانوں کا عمل (لامسہ) معاون ہوتا ہے ـــ معاون سے مراد۔ جب تک حواس خمسہ کی شریانوں میں ایثری قوت کے ذریعہ کیفیت کی تصویر جذب ہو کر۔ واہمہ۔ حافظہ تک پہنچ کر عقل کی شریانوں میں موجود ایثر تک نہ پہنچے۔ عقل کی ایثر کسی شے کی تصویر کا عکس پا نہیں سکتی۔ لہذا عقل کا دیکھنا بھی ممکن نہیں۔ یہ عمل جاگتی حالت میں ہوتا ہے۔ نیند کی حالت میں چونکہ عقل کے اعصاب سکڑ جاتے ہیں۔ تو حواس کی شریانوں سے آمدہ کیفیت کی تصویر۔ عقل کی شریانوں میں منتقل نہیں ہوتی۔ لہذا عقل نیند کی حالت میں کسی کیفیت کا نہ احساس پا

سکتی ہے۔نہ کسی کیفیت کو دیکھنے یا مشاہدہ کرنے کا احساس کیا جاتا ہے۔اس صورت میں عقل بغیر حواس خود کسی کیفیت کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔

اسکے مقابل ''شعور'' ـــــ جیسا کہ بیان ہوا۔شعور ماتھے کے اندر دماغ کا ایک حصہ ہے۔جو غیر مادی کیفیتوں کا ادراک کرتا ہے۔اس مقام پر۔مشاہدہ میں معاون ایثر کی اصل ہیئت کا تعارف ضروری ہے۔قوتِ لامسہ کے عمل میں۔ایک کیفیت کا ''مس'' (چھونا) ایک آن میں عقل وشعور تک منتقل ہوتا ہے ـــــ لامسہ میں ـــــ لامسہ خون کی شریانوں میں ایثر کے ذریعہ۔''مس'' کی کیفیت دماغ تک پہنچنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔کہ لامسہ میں ـــــ شریانوں میں ایک لطیف جوہر۔جو ایثر کی ہیئت میں پایا جاتا ہے۔محققین کے نزدیک۔یہ ایثری جوہر مادۂ منویہ ـــــ یا ''روح'' سے تشبیہ دیا جاتا ہے ـــــ یہ جوہر انسانی شریانوں۔میں۔خون (یا مادۂ منویہ میں جو خون کے جوہر کا آخری درجہ ہے) کے جوہر میں پایا جاتا ہے۔یہی جوہر انتقالِ کیفیات کا اصل ذریعہ ہے۔اور جہاں تک انسانی دماغ میں حواسِ خمسہ باطنی کا عمل ہے۔اس میں عقل۔اور شعور میں کیفیات کا ادراک کرنے والی قوت۔بذاتِ خود یہ ایثر ہی ہے۔جس میں۔بجائے خود۔قوتِ۔باصرہ۔سامع۔شامہ۔ذائقہ اور لامسہ کی قوت وصفت پائی جاتی ہے۔بہ الفاظِ دیگر۔عقل وشعور میں موجود۔ایثر ایک ایسی قوت ہے۔جس میں۔سننے۔دیکھنے۔فہم وارادہ اور احساس کی قوت پائی جاتی ہے۔یہی قوت خود (شعور وعقل کا گودا نہیں) اس جسم میں موجود ایثری قوت ادراک ومشاہدہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔اسی تحقیق کے نتیجہ میں یہ باور کیا جاتا ہے۔کہ۔عقل وشعور میں یہ

قوت ایک موقع پر بغیر حواسِ خمسہ کی مدد کے۔ بیرونی فضائے ایثری میں موجود کیفیات کا براہِ راست ادراک کرتی ہے۔ مثال کے طور۔ شعور کے ذریعہ کائنات کی کسی بھی کیفیت کا مشاہدہ یا ادراک کرنا ہو۔ تو اسکی ترکیب یہ ہے۔ کہ انسانی دماغ میں۔ شعوری ایثر (جسے روحِ انسانی سے موسوم کیا جاتا ہے)۔ سے کسی کیفیت کے علم کیلئے ارادہ (دل سے) کرتی ہے۔ تو اس کیفیت سے۔ شعوری ایثر متحرک ہو کر مطلوبہ کیفیت سے ''زاویہ'' ملاتی ہے۔ حقیقتاً یہ کیفیت فضائے ایثری میں جذب ہوئی موجود ہوتی ہے (اس ترتیب کو مراقبہ یا Concentration کہا جاتا ہے)۔ تو اس رابطہ سے فضا میں جذب ہوئی کیفیت کا عکس براہ راست (دماغی) شعور پر ابھر آتا ہے (جیسے ٹیلی ویژن کے پردہ پر کسی دور مقام کا عکس ایثری لہروں کے ذریعہ نمایاں ہوتا ہے)۔ اس انتقال اور انعکاس میں دماغی اعضے۔ گوشت۔ ہڈیاں انتقال عکس میں روکاوٹ نہیں کرتے ــــ اسلئے کہ ایثری قوت (Rays) اتنی قوی ہوتی ہیں۔ کہ وہ ہر مادی کیفیت سے گزر جاتی ہیں ــــ تو یہ عکس دماغی شعور کی اثیری قوت میں جذب ہو کر۔ اس کیفیت کا احساس دلاتی ہے۔ تو اس عمل میں انسان اس کیفیت کا مشاہدہ۔ بغیر کسی ذریعہ کے حاصل کرتا ہے۔ تو انسان اس کیفیت کا مشاہدہ اسی طرح کرتا ہے۔ جس طرح حواس خمسہ۔ آنکھ سے (عقل و شعور کے ذریعہ) کیا جاتا ہے۔ یہ حالت بیداری کی ہوتی ہے۔ اور نیند میں بھی (عقل کی خفتگی کی حالت میں)۔ بیرونی فضائے ایثری میں جذب کیفیت بغیر کسی زاویہ ملانے کے۔ خود بخود۔ شعور پر اثر انداز (منعکس) ہو کر ایک کیفیت کی تصویر ابھر آتی ہے۔ یہی بیرونِ فضا میں سے ایک کیفیت کا خود بخود۔ انسانی

دماغ میں ایثری لہروں کے ذریعہ شعور پر عکس پزیر ہونا۔ ''نیند کی حالت میں دیکھنا'' سے تشبیہ ہے۔ جسے خواب میں دیکھنا۔ یارَیٔ فِی الْمَنَامِ سے تعبیر دیا جاتا ہے۔ کہ فضائے ایثری میں۔ جذب کیفیات کی تصویریں۔ اچانک (By the way) سر سے ٹکرا کر دماغ کے شعور میں داخل ہو کر شعور پر کیفیت کی تصویر ابھرنے سے ایک کیفیت کا مشاہدہ ــــ دونوں صورتوں۔ (نیند اور بیداری) کا عمل یکساں ہوتا ہے۔ اس میں۔ خواہ حواسِ خمسہ کے ذریعہ آمدہ کیفیات ہوں۔ یا حافظہ کی جمع شدہ کیفیات کا عکس شعور میں منتقل ہو۔ یا بیرون فضائے ایثری میں جذب کیفیات کا مشاہدہ ہو۔ ہر ترتیب میں ذریعۂ حصول کیفیات (حواس خمسہ۔ حافظہ۔ یا بیرون فضا ایثر) ہر مقام پر بذاتِ خود ''ایثر'' ہی۔ مشاہدہ و ادراک کا عمل پورا کرتی ہے۔ اس عمل میں طریقِ مشاہدہ میں۔ انسانی وجود میں۔ ''قلب'' (دل) ''دماغ'' (عقل و شعور کی ایثری قوت) اور بیرونِ فضا میں موجود ایثری قوت یہ کیفیتیں انسانی مشاہدہ میں معاون ہوتی ہیں۔ اسکا طریق جیسے بیان ہوا۔ کہ (بیداری یا نیند کی حالت میں) ایثر ہی برسرِ عمل ہوتی ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ محققین کے نزدیک۔ ''ایثر''۔ انسانی جسم میں ''روحِ حیوانی'' سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ یعنی انسانی وجود کو زندہ و قائم رکھنے والی قوت ــــ روح ــــ روحِ حیوانی سے موسوم ہے۔ یہی ''روح'' ''ایثر'' کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ اس روح کا مرکز دماغ۔ اور دماغ میں عقل ــــ اور شعور ہوتا ہے ــــ ہاں اس روح کی حیثیت ــــ جیسے مادی حالت میں۔ انسان ''جسم''۔ (گوشت پوست) سے محسوس ہوتا ہے اسی طرح۔ انسانی جسم سے منسلک ایک روحانی وجود بھی موجود

ہے۔ یہ روحانی جسم۔ انسانی جسم میں جذب ــــ انسانی ذرّہ۔ ذرّہ میں سمایا۔ ایک وجود بنتا ہے۔ یہی جسم روح کا مرقع[۱] انسان سے تشبیہ ہے۔ یہ روح انسانی جسم میں جذب۔ انسانی دماغ میں قوی ولطیف ہیئت میں پائی جاتی ہے۔ یہی دماغی روح۔ بمنزلہ ایک انسان ــــ انسانی وجود میں حرکت وعمل اور مشاہدہ وادراک کا عمل پورا کرتی ہے۔ اسی ترتیب پر انسان۔ بغیر حواس خمسہ کی مدد کے۔ انسانی ــــ دماغی (عقل وشعور کی) روح۔ نیند کی حالت میں خود کیفیات کا ادراک ومشاہدہ کرتی ہے۔ اور بیداری کے عالم میں بھی۔ یہ روح بغیر حواسِ خمسہ کی مدد کے۔ دور ونزدیک کیفیات کا ادراک و

---

[۱] مثال کے طور ایک انسان کے وجود کا کوئی حصہ پانی میں ابال کر بالکل پانی میں تبدیل کیا جائے۔ تو اس پانی کے ایک قطرے۔ کو خوردبین سے دیکھا جائے۔ تو یہ قطرہ بجائے قطرہ کے لاتعداد ذرّات (Cells) میں نظر آتا ہے۔ ان ذرات کا ایک ذرّہ حقیقتاً۔ ایک وجود رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ ذرہ خوردبین کے ذریعہ دیکھا جاتا ہے۔ اس امر سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ ذرہ ایک جسم رکھتا ہے۔ اور اسکی حرکت ایک روح سے قائم ہے۔ لہذا یہ ثابت ہوا۔ کہ انسانی جسم لاتعداد ذرات سے مرکب ہے۔ یہ ذرات۔ ایک جسم وروح کا مرقع ہیں۔ انہیں ذرات کے جسم سے انسانی جسم مرکب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ان ذرات میں سمائی روح بھی۔ اکٹھے ہو کر ایک انسانی وجود کے مطابق ایک وجود بنتا ہے۔ جو انسانی مجسمہ کے ہو بہو۔ انسانی ذرّہ ذرّہ میں سمایا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ روح انسان کے ذرہ ذرہ میں سمائی ہوتی ہے۔ اور حواس خمسہ ظاہری۔ اور دماغ کے قویٰ۔ حصہِ بصری۔ متصرفہ۔ واہمہ۔ حافظہ۔ عقل۔ شعور میں بھی یہ روح موجود ہے۔ لہذا ان قوائے جسمانی کا تمام عمل۔ اسی روح سے وابستہ ہے۔ اور دماغ (''عقل وشعور'') میں یہ قوت جسمانی روح کے مقابلہ میں قوی ولطیف ہوتی ہے اسلئے۔ حواسِ خمسہ کی روح کے مقابلہ میں دماغی روح کا عمل قوی ہوتا ہے گویا۔ انسانی دماغ میں موجود روح (عقل وشعور کی روح) ایک انسانی وجود کی مانند۔ انسانی حرکت وعمل اور ادراک ومشاہدہ کا عمل بذات خود پورا کرتی ہے یعنی عقل وشعور کی روح۔ ایک مستقل وجود کی طرح۔ خود۔ دیکھتی ہے۔ سنتی ہے۔ ارادہ فہم بھی رکھتی ہے۔ جس پر انسان کی حرکت وعمل۔ علم ومشاہدہ وابستہ ہے۔

مشاہدہ کرتی ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ انسانی دماغ میں حواسِ خمسہ باطنی سے ایک روحانی عمل بھی وابستہ ہے۔ جس میں "حافظہ" کا ذاتی عمل روحانی حیثیت کا حامل ہے ــــ "حافظہ" ــــ بظاہر ایک نرم گودے کی شکل۔ ایک انچ جسامت میں محسوس ہوتا ہے ــــ لیکن اسکا عمل یکسر روحانی ہے ــــ کہ انسانی پیدائش سے لیکر موت تک۔ زندگی کے رونما ہونے والے تمام واقعات حافظہ میں جمع ہوتے ہیں ــــ یہ حافظہ کا ایک فطری عمل ہے۔ جس خاصیت پر اس دماغی حصہ کا نام۔ "حافظہ"[۱]۔ دیا گیا ہے۔

جیسا کہ حواسِ خمسہ ظاہری کے عمل میں۔ حواس کے ذریعہ کیفیات حس بصری۔ متصرفہ۔ واہمہ سے گزر کر حافظہ میں منتقل ہوتے ہیں۔ اور "حافظہ" ان تمام کیفیات کو محفوظ کر لیتا ہے۔ ان کیفیات میں۔ عظیم الجثہ ــــ حیوانات (ہاتھی وغیرہ) ــــ پہاڑ ــــ سمندر ــــ طویل داستانیں۔ سب حافظہ میں اپنی اصلی ہیئت میں جمع ہو جاتی ہیں ــــ ظاہر ہے۔ ایک انچ گودے میں۔ اتنی وسیع کائنات کا سمانا ــــ

---

[۱] یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ حافظہ حواس خمسہ سے آمدہ اطلاعات ہر لحہ عقل پر منتقل کرتا رہتا ہے۔ اور حافظہ کا یہ عمل نیند میں علیٰ حالہ جاری رہتا ہے۔ کہ نیند کی حالت میں بھی حافظہ حواس خمسہ سے آمدہ اطلاعات عقل پر منتقل کرتا ہے۔ اور جب حواس خمسہ سے اطلاعات آنا بند ہوں تو حافظہ کا یہ فطری عمل ہے۔ کہ وہ اپنی جمع شدہ کیفیتوں کو عقل پر منتقل کرتا ہے۔ لیکن عقل خفتہ ہونے کی وجہ سے ایسی کیفیات قبول نہیں کرتا۔ ایسی صورت میں۔ حافظہ سے ترسیل شدہ کیفیات شعور پر منتقل ہو کر خواب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ کہ انسان نیند کی حالت میں بھی مثل عقل مشاہدہ کرتا ہے۔ ایسے مشاہدہ کو خیالی خواب سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی نیند کی حالت میں شعور کے ذریعہ حافظہ کی جمع شدہ کیفیات کا مشاہدہ کرنا۔

سوائے اسکے نہیں کہ اس چھوٹے سے ٹکڑے کا ایک روحانی وجود بھی ہے۔ وہ روحانی وجود ــــ یہی ایثری ہیئت ہے۔ جو حافظہ کے گوشت کے ذرات سے مرکب ان ذرات کی روح سے منسوب ہے۔ جو اتنی وسعت کی حامل ہے۔ جس میں ان تمام کیفیات کی ہیئتیں سما جاتی ہیں ــــ ہاں اسکی ترتیب کیا ہے؟

یہ واضح ہے۔ کہ کائناتِ عالم میں۔ ایثر ہر عالمِ مادی (خاکی)۔ ناری۔ نوری پر ایثر ہی کا وجود محیط ہے ــــ اور ہر مقام پر ایثر کی ہیئت مقام کے مطابق ایک تاثیر کی حامل ہوتی ہے۔ یعنی عالمِ خاکی ــــ مادی میں ایثر کی تاثیر اپنی قوت میں کمتر اثر رکھتی ہے۔ اسے مادی ایثر سے تشبیہ دیا جاتا ہے ــــ اور عالمِ سیارگان ــــ جسے عالمِ ناری سے تشبیہ دیا جاتا ہے۔ اس مقام پر ایثر کی تاثیر ناری ہو جاتی ہے جسے ناری ایثر سے موسوم کیا جاتا ہے اس سے آگے بڑھ کر عالمِ سمٰوٰت (آسمانوں کی فضا) نوری قوت کی حامل ہیں۔ اس مقام پر ایثر کی تاثیر نوری ہو جاتی ہے۔ جسے نوری ایثر سے موسوم کیا جاتا ہے ــــ یہ ایک فطری تخلیقی عمل ہے۔ کہ فضائے کائنات میں یہی تین کیفیتیں۔ خاکی۔ ناری۔ نوری۔ وجود رکھتی ہیں۔ ان تین کیفیتوں سے سوا کوئی اور کیفیت موجود نہیں ہوسکتی۔ کہ نور کے بعد کسی اور وجود کا وجود موجود ہو ــــ سوائے اسکے کہ جہاں تک کائنات کی وسعت وسیع ہے۔ عالمِ نوری کے بعد ہر عالم نوری ہیئت کا حامل ہوگا۔ اس حال میں کہ ہر بالا مقام پر نور ہی کی تاثیر قوی و وسیع ہوگی۔ لیکن نور کے بعد کسی اور وجود کی ہیئت موجود نہیں ہوسکتی۔ کہ کائنات کی تخلیق کے ابتدائی وجود کی ہیئت کو "نور" کے نام ہی سے متعارف کیا گیا۔ لہذا۔ ایثر کا وجود عالمِ نوری میں۔ نوری

ایثر سے ہی موسوم ہوسکتا ہے۔اسی ایثر کی انتہائی قوت کو۔ ہندو نظریہ پر ''ایشور'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جسے عام مذاہب میں۔ یا اسلام کے نظریہ میں اللہ کے نام سے منسوب کیا گیا۔۔۔

واضح ہو کہ ''ایثر''۔۔۔ ''ایشور''۔۔۔ یا ''اللہ''۔۔۔ کے تصور پر۔۔۔ اس ایثر کی ذاتی صفت و خصوصیت میں۔ وجودی اعتبار سے ۔۔۔ ''علت'' کے اعتبار سے ۔۔۔ انسانی صفات و خصوصیات کا پایا جانا۔ ایک فطری تصور قائم ہونا لازمی ہے۔ کہ انسانی حواس خمسہ ظاہری۔ باطنی ۔۔۔ عقل و شعور کی صفات و خاصیت کی تاثیرات ۔خود اسی بنیادی۔ ایثر ۔۔۔ سے۔ قائم ہیں۔ اس بنیادی تصور پر۔ جبکہ انسانی وجود ۔۔۔ انسانی ذہن ۔۔۔ انسانی حافظہ ۔۔۔ انسانی عقل ۔۔۔ انسانی شعور۔ میں۔ حرکت و عمل ۔۔۔ ذریعۂ حصولِ علم و مشاہدہ اور خاص کر حافظہ کے عمل میں۔ کیفیات کا محفوظ ہونا ۔۔۔ اسکی خاصیت میں شامل ہے۔ یہ امر واضح ہے۔ کہ کائناتِ ارضی (خاکی ایثر) کی تاثیر میں بھی یہ خصوصیت پائی جاتی ہے۔ کہ زمین کی پیدائش سے لیکر۔ زمین میں ہونے والی۔ ماضی۔ حال کی ہر واردات کی ہیئتیں ۔۔۔ اس فضائے ایثری میں جذب (محفوظ) رہتی ہیں۔ اس فضائے ایثری کی یہ فطری خاصیت ہے۔ کہ کائناتِ ارضی کی ہر واردات خود بخود۔ اپنی اصلی ہیئت میں۔ فضائے ایثری میں محفوظ جمع رہتی ہیں۔ اس تحقیق سے یہ واضح ہے۔ کہ دماغ میں حافظہ ۔۔۔ (حافظہ کی ایثری قوت) اور فضائے ارضی میں ایثری وجود کا یہ عمل مشترک۔ یکساں تصور ہوتا ہے۔

ان دونوں ہیئتوں کے عمل میں۔ ایک خاص عمل کیفیتوں کے ''جذب''۔

ہونے کا ہے۔جس کا تعلق انسانی مشاہدہ وادراک سے ہے ___ جس عمل سے۔انسانی قوتِ ادراک ومشاہدہ میں۔فضائے ایثری کی معاونت ظاہر ہوتی ہے۔کہ بغیر فضائے ایثری کی معاونت کے انسان کسی بھی کیفیت کا علم وادراک حاصل نہیں کرسکتا۔اس کیفیت کی مختصر ترکیب پیش کی جاتی ہے۔

مثال کے طور ___ ''طریقِ مشاہدہ'' ___ فضائے ایثری میں واقع ایک ہیئت (ہاتھی) کا وجود ___ جب آنکھ کے زاویہ میں آتا ہے۔تو یہ فضائے ایثری کی فطری۔ترتیب ہے۔کہ ایثری ہیئت (وجود) میں ہر لمحہ حرکت رہتی ہے۔ایثر میں ہر لمحہ لہریں جاری رہتی ہیں ___ انہیں لہروں میں ہاتھی کی ہیئت (تصویر) جذب ہوکر لہروں میں تیرتی رہتی ہے۔انہیں لہروں کے ذریعہ ہاتھی کی تصویر آنکھ کی پتلی سے ٹکرا کر پتلی کی شریانوں میں (شریانوں کے جوہر میں) جذب ہوکر۔متصرفہ ___ واہمہ ___ حافظہ تک (لہروں کی شکل میں) پہنچ جاتی ہے ___ یہاں۔اس ترتیب کو سمجھنا ضروری ہے۔کہ جب ہاتھی کے عظیم الجثہ کی تصویر ایثری لہروں میں جذب ہوتی ہے۔ تو یہاں پر ہاتھی کی تصویر ایثری ذرات میں سمانے کی صورت میں۔ہاتھی کی تصویر ایک ذرہ جتنی سمٹ کر حجم میں ذرہ جتنی ہو جاتی ہے۔یہی ذرہ آنکھ کی پتلی سے۔حافظہ تک پہنچتا ہے۔اس وقت اس تصویر کی ہیئت ایک ذرہ جتنی ہوتی ہے۔یہی قلیل ذرہ۔ حافظہ کی ایثری ہیئت میں جذب ہوکر حافظہ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔یہی ترتیب حافظہ میں ایک عظیم الجثہ ہاتھی کی حافظہ میں جمع ہونے کی ہے۔اور یہ بھی دماغ میں تخلیقی عمل کی ایک ترتیب ہے۔کہ حافظہ سے عقل میں کیفیت منتقل ہونے پر عقل اسے اسی ہیئت

میں محسوس کرتی ہے۔ جتنی اسکی ہیئت فضائے ایثری میں ہوتی ہے ـــ تو یہ تصور قائم ہوتا ہے۔ کہ حقیقتاً انسان ہاتھی کی اصل کیفیت (وجود) نہیں دیکھتا۔ بلکہ ہاتھی کے جسم کی ذرہ بھر تصویر جو ایثری ذرہ میں جذب ہو کر ایثری لہروں کے ذریعہ آنکھ اور حافظہ تک پہنچتی ہے دیکھتا ہے۔ اور یہ انتقالِ ہیئت۔ برقی عمل کے تحت ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی رفتار سے ہوتا ہے جس میں۔ وقت اور مسافت کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

یہی ترتیب شعور کے ذریعہ مشاہدہ کی ہے۔ جس میں حواس خمسہ کے بغیر مشاہدہ ہوتا ہے۔ خواہ دور ہو یا نزدیک۔ محسوس ہو یا غیر محسوس کیفیات ـــ کہ ہر مقام پر بجائے اصل ہیئت کے ـــ فضائے ایثری میں جذب کیفیت کی تصویر لہروں کے ذریعہ شعور پر منتقل ہو کر۔ اس تصویر کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ لہذا کائنات کی ہر شے کے مشاہدہ کی یہی ترتیب ہے۔ اسی ترتیب پر کائنات میں موجود۔ قریب ہو۔ یا ماورائے ادراک۔ محسوس ہو یا غیر محسوس ماضی۔ حال مستقبل کی کیفیات و واقعات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

جیسا بیان ہوا ـــ کہ زمین کی پیدائش سے لیکر حال تک زمین پر ہونے والی ہر واردات کی تصویر فضائے ایثری میں جذب (محفوظ) ہوتی ہے۔ زمانۂ ماضی کے تمام واقعات۔ فضائے ایثری میں محفوظ ہوتے رہے۔ ایسی صورت میں قدیم زمانہ کے واقعات میں سے کسی واقعہ کا علم اور مشاہدہ مطلوب ہو ـــ تو اسکی یہی صورت ہے۔ کہ مطلوبہ واقعہ کا تصور کر کے آنکھیں بند کر کے۔ یکسوئی کر کے۔ فضائے ایثری کی

طرف ''توجہ'' ــــ کی جاتی ہے۔تو اس ــــ ''توجہ'' سے ذہنی شعور(ذہنی ایثر) کا ــــ فضائے ایثری میں جذب ماضی کی کیفیت کا ''زاویہ'' ــــ مل جاتا ہے ــــ تو فضائے ایثری میں جذب۔ماضی کی تصویر کا عکس (فضائے کائنات میں جس مقام پر بھی ہو) ایثری لہروں کے ذریعہ۔براہ راست ــــ ذہنی شعور (شعوری ایثر) پر منعکس ہو جاتا ہے۔تو انسان بعینہٖ اس واقعہ کی پوری تصویر (بغیر حواس کی مدد کے) مشاہدہ کرتا ہے ــــ یہ کیفیت ''ماضی کے مشاہدہ'' ــــ سے تعبیر ہے ــــ اسی طرح ''حال کے مشاہدہ'' کی ترتیب میں بھی ــــ دنیا میں ظہور پزیر واقعہ کا مشاہدہ مطلوب ہو۔تو اس واقعہ کے مشاہدہ کیلئے۔حالتِ مراقبہ میں۔اس کیفیت کا تصور کر کے۔فضائے ایثری کی طرف۔''توجہ'' ــــ کی جاتی ہے۔تو توجہ کرنے سے۔ذہنی شعور کا۔اس مقام سے رابطہ ہو جاتا ہے۔جہاں کا مشاہدہ کرنا مطلوب ہو۔تو اس عمل سے۔ان کیفیات ــــ کا عکس جو اس موقع پر ــــ کیفیات کی تصویر فضائے ایثری میں جذب ہوتی ہیں۔لہروں کے ذریعہ۔انسانی شعوری ایثر پر منعکس ہو جاتا ہے۔یہ تصویر ذہنی شعور پر مثل آئینہ کے عکس پزیر ہوتی ہے۔تو انسان۔ظہور پزیر ہونے والی کیفیت کا بعینہٖ مشاہدہ کرتا ہے۔لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے۔کہ اس مشاہدہ میں۔اصل وجود۔اصل کیفیت کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔بلکہ فضائے ایثری میں جذب اس کیفیت کا عکس ــــ یا تصویر۔کا مشاہدہ ہوتا ہے۔یہ مشاہدہ ہزاروں میل دور کیفیت کا مشاہدہ۔ایسے محسوس ہوتا ہے۔جیسے ایک انسان اپنے قریب کیفیت کا مشاہدہ کرتا ہو ــــ یا یہ محسوس کرتا ہے۔کہ انسان اس مقام پر خود موجود اس مطلوبہ کیفیت کا مشاہدہ کر رہا ہے۔یہی ترتیب۔

محسوس وجود (جسکا وجود ظاہراً محسوس و موجود ہو) اور غیر محسوس وجود (جو وجود ظاہراً محسوس نہ ہو) ہر کیفیت چونکہ فضائے ایثری میں جذب ہو کر اپنا وجود قائم رکھتی ہے۔ لہذا فضائے ایثری میں جذب کیفیت کا مشاہدہ کرنے میں۔ ہر محسوس۔ غیر محسوس وجود کا عکس ذہن پر آ کر مشاہدہ کیا جاتا ہے ـــ اس ترتیب کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے ـــ مثال

ایک شخص ـــ ''زید'' ـــ جو ہزاروں میل دور مشرق میں رہنے والے ـــ اپنے بھائی ـــ ''بکر'' ـــ کے حالات کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے ـــ تو اس مشاہدہ کی نوعیت یہ ہوگی ـــ کہ ''زید'' اپنے مقام (مشرق) پر ہزاروں میل دور۔ اپنے بھائی کا ''مراقبہ'' کی شکل میں ''تصور'' ـــ کرتا ہے ـــ تو اس تصور سے۔ ''زید''۔ کی شعوری روح (ایثر) کا۔ رابطہ اس مقام سے ہو جاتا ہے۔ جس مقام پر خود بکر موجود ـــ اسکے وجود اور حرکات کی تصویر فضائے ایثری میں جذب ہو رہی ہوتی ہے۔ تو زید کی ''توجہ'' سے۔ بکر کے اس مقام کی فضائے ایثری میں جذب تصویر۔ لہروں کے ذریعہ۔ زید کی ذہنی شعوری روح پر منعکس ہوتی ہے۔ تو زید اس وقت اپنے بھائی پر وارد کیفیت کا مشاہدہ کر لیتا ہے ـــ اس حال میں کہ زید یہ محسوس کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے بھائی کے اصل حالات کا مشاہدہ کر رہا ہو ـــ لیکن اس عمل میں ـــ یہ فطری ترتیب کا خاصہ ہے۔ کہ زید اصلاً۔ بکر کی اصل کیفیت مشاہدہ نہیں کرتا بلکہ فضائے ایثری سے رابطہ کی صورت میں ـــ فضائے ایثری میں جذب۔ ''بکر'' کی تصویر کا عکس مشاہدہ کرتا ہے ـــ حقیقتاً۔ شعوری مشاہدہ کی یہی ایک فطری ترتیب ہے۔ جس

سے انسان۔شعوری ایثر کے ذریعہ ــــ ماضی و حال۔دور و نزدیک ــــ محسوس۔غیر محسوس کیفیات کا مشاہدہ (جاگتی حالت میں) کرتا ہے ــــ اس کیفیت کو عربی ــــ طریقت کی اصطلاح میں ــــ رَئِ فِی الْاَیْقَظَۃِ۔جاگتی حالت میں مشاہدہ کرنا تعبیر دیا جاتا ہے۔اور اسی ترتیب سے جب عقل خفتہ ہو۔اور شعور برسرِ عمل ہو تو اسی ترتیب سے۔شعور فضائے ایثری کی مدد سے۔بغیر حواس خمسہ کے ذریعہ کے۔ہر کیفیت۔دور و نزدیک (جو بھی کیفیت ہو۔نیند کی حالت میں) فضائے ایثری میں جذب ذہنی شعور پر اثر انداز ہو کر اس کیفیت کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔اس کیفیت کو عربی۔طریقت کی اصطلاح میں۔رَئِ فِی الْمَنَامِ ــــ نیند کی حالت میں۔شعور سے مشاہدہ کرنا۔تعبیر دیا جاتا ہے ــــ ہاں۔یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے ــــ کہ مشاہدہ میں آنے والی ہر کیفیت کا وجود ــــ تصویر کی شکل میں ایک فطری عمل کے تحت۔فضائے ایثری میں۔محفوظ ہوتا ہے ــــ لہذا کوئی کیفیت ایسی نہیں۔جو بذاتِ خود۔''وجوداً''۔مشاہدہ میں آئے۔اور کوئی وجود۔کوئی کیفیت ایسی نہیں۔جسکی تصویر فضائے ایثری میں جذب ــــ موجود نہ ہو ــــ انہیں وجودوں کے ظہور سے زمانہ ــــ ''ماضی'' ــــ ''حال'' کی کیفیت بنتی ہے ــــ آج کی کیفیت کا مشاہدہ۔''مشاہدۂ حال'' سے منسوب ہوتا ہے۔زمانہ گزرنے کے ساتھ یہی کیفیتیں فضائے ایثری میں محفوظ۔ماضی میں شمار ہوتی ہیں۔ان کیفیتوں کا وجود ہر زمانہ میں باقی رہتا ہے ــــ گویا یہ حال ہی کی کیفیتیں ہیں۔جو زمانہ گزرنے کے ساتھ۔ماضی کی صورت میں مشاہدہ کی جاتی ہیں ــــ بہ الفاظِ دگر۔شعوری مشاہدہ میں۔حال اور ماضی کی کیفیت ایک ہی انداز یا

نوع سے۔فضائے ایثری میں جذب۔ایک ہی حالت میں مشاہدہ ہوتی ہیں۔حال اور ماضی کے تصور میں کیفیات کے مشاہدہ۔ میں کوئی فرق پایا نہیں جاتا۔اور ان کیفیتوں کے مشاہدہ کی یہی ترتیب ہے کہ ان کیفیتوں کا وجود موجود (ماضی میں) ذہنی شعور کی ''توجہ'' کے ذریعہ مشاہدہ کی جاتی ہیں ــــ ہاں! اس مشاہدۂ شعوری میں جو کیفیتیں ٹھوس۔محسوس وجود میں آتی ہیں۔وہ شعوری مشاہدہ میں آتی ہیں۔اور وہ کیفیتیں جو حواس خمسہ کے احاطہ میں نہیں آتیں۔وہ دور ہوں ــــ اور وجود رکھتی ہوں ــــ اور وہ کیفیتیں۔جو دور ہوں یا نزدیک۔مگر غیر محسوس ہوں۔غیر محسوس حالت میں بھی ایسی کیفیتوں کی ہیئت غیر محسوس حالت میں۔فضائے ایثری میں قائم (موجود) ہوتی ہیں۔انکا وجود (مثل خوردبین کے مشاہدہ کے)۔ذہنی شعور پر منعکس ہوکر مشاہدہ میں آتا ہے ــــ اسی طرح زمانۂ مستقبل کی کیفیات۔جنکا وجود۔نہ ماضی میں محسوس ہوتا ہے۔نہ اپنی اصلی شکل وصورت میں انکا وجود محسوس ہوتا ہے۔نہ فضائے ایثری میں ان کیفیات کی تصویریں موجود ہوتی ہیں۔ذہنی شعور سے ایسی کیفیات کا مشاہدہ بھی کیا جاتا ہے ــــ

درحقیقت۔لفظی تصور پر غور کیا جائے۔تو ''مستقبل'' ــــ سے مراد استقبال ــــ ایک وجود کے ظہور سے قبل اس وجود کی آئندہ زمانہ میں ظہور میں آنے والی ہیئت و کیفیت کا مشاہدہ کرنا۔اِستِ۔قَبَل میں۔قبل سے مراد ایک آئندہ ہونے والے وجود کا حال میں قبل از وقت مشاہدہ کرنا۔اس ترتیب کو سمجھنے کیلئے۔پیشتر اشیأ کی پیدائشی ترتیب کا سمجھنا ضروری ہے ــــ کہ اشیأ کی پیدائش۔اور ظہور کا زمانہ سے کیا تعلق قائم

ہوتا ہے ــــ یہ امر محقق ہے۔ کہ فطری تخلیقی ترتیب میں۔ اشیاءً کی پیدائش میں۔ علت و معلول subject & object کا نظام قائم ہے۔ یعنی حال میں ظہور کرنے والی ایک کیفیت کا وجود۔ ظہور سے قبل۔ اسکی علت میں موجود ہوتا ہے ــــ یعنی ایک کیفیت کے عدم (غیر موجود) ہونے کی صورت میں۔ جبکہ اسکا وجود۔ حال میں مشاہدہ میں نہیں آتا ــــ پھر بھی اپنی علت میں اسکا وجود موجود ہوتا ہے ــــ یہی وجود۔ جو باوجود۔ موجود ہونے کے۔ حال میں مشاہدہ میں نہ آئے۔ مستقبل کی صفت میں آتا ہے ــــ اسی کیفیت کی ہیئت۔ اسکی علت میں قائم ــــ اسکے ظہور سے قبل مشاہدہ میں لائی جائے۔ ''مستقبل کا مشاہدہ'' تصور کیا جاتا ہے ــــ اس مشاہدہ کی دو نوعیتیں ہیں۔ ایک نوعیت یہ کہ ذہنی شعور ــــ مراقبہ کی حالت میں (یعنی بغیر حواس آنکھ کے ذریعہ کے) مستقبل میں ظہور کرنے والی کیفیت کو۔ ایسی ہیئت میں مشاہدہ کرتا ہے۔ جس ہیئت میں وہ اپنی علت میں موجود ہے۔ یہ بھی مستقبل میں ظہور کرنے والی ہیئت کے وجود کا مشاہدہ تصور ہوتا ہے۔ مثال کے طور ایک درخت کا مشاہدہ ــــ ایک درخت ظہور سے قبل اپنی علت میں (بیج میں)۔ بیج کی صورت میں۔ درخت کا تمام وجود موجود ہوتا ہے۔ جس میں۔ درخت کا تنا۔ شاخیں۔ پتے۔ پھول۔ میوہ۔ سب اجزاً موجود ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے۔ کہ اس مقام پر درخت ان ہیئتوں میں محسوس نہیں ہوتا۔ لیکن یہ امر مسلمہ ہے۔ یہی ہیئت آگے بڑھ کر درخت کی ہیئت و شکل اختیار کر کے اصل درخت کی ہیئت میں محسوس ہوتا ہے۔ جو حال کے زمانہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے ــــ لہذا ایک درخت کا بیج کی صورت میں اسکی بنیادی (ابتدائی) ہیئت میں ایک

نوعیت کا مشاہدہ۔ ''مستقبل کا مشاہدہ''۔ تصور ہوتا ہے ___ دوسری نوعیت یہ ہے۔
کہ''حال'' کے موقع پر۔ مستقبل میں آنے والی کیفیت کا ''محض تصور'' ___ کرنا۔ تو
اس ترتیب میں ذہنی شعور سے ایک ہیئت کا بغیر وجود کی ہیئت (حافظہ یا فضائے ایثری
میں) موجود ہونے کے تصور کیا جاتا ہے۔ تو ایک فطری تخلیقی عمل کے تحت۔ شعور کا اس
کیفیت کی علت میں موجود ہیئت سے رابطہ ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت میں۔ وہی پہلی
نوعیت کی ہیئت (جو بیج کی شکل میں موجود ہوتی ہے) تصور میں قائم ہو جاتی ہے ___
پھر شعور زماں و مکاں پر احاطہ کر کے۔ اس بیج کی منازلِ ارتقا کا تصور کر کے زمانہ کے
ساتھ اس کیفیت کی ارتقائی ہیئت میں ہر ہیئت کا عکس شعور حاصل کر کے۔ (زماں و
مکاں) وقت اور ہیئت کی ارتقائی ہیئتوں کا مشاہدہ کرتے اصل درخت (کیفیت و
ہیئت) کی ہیئت خود بخود شعور پر ابھر آتی ہے۔ تو اس وقت آنے والے زمانہ کی ارتقائی
ہیئت (جس ہیئت کا وجود خود بیج (علت) میں موجود ہوتا ہے) ذہنی شعور کے ذریعہ
مشاہدہ میں آ جاتی ہے۔ جسے مستقبل کا مشاہدہ تعبیر دیا جاتا ہے۔ اسکی دوسری مثال
___ یہ باور کیا جائے۔ کہ۔ ماضی۔ حال اور مستقبل کے مشاہدہ کی ترتیب میں۔ ''ذہنی
شعور'' ___ اور ''شعوری ایثر'' ___ اور فضائے ایثری کی (ایثری) ہیئت ہی۔ ادراک و
مشاہدہ کے اصل ذرائع ہیں۔ تو اس نظریہ کے تحت۔ ''ذہنی شعور'' ___ ''شعوری ایثر''
کے عمل میں۔ شعور کی ساخت اور عمل کی خصوصیت میں۔ یہ اثر واضح ہے۔ کہ شعوری ایثر
''یا شعور کی ساخت'' کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ کسی ہیئت و کیفیت کے مشاہدہ کیلئے۔
فضائے ایثری سے رابطہ کر کے۔ ''کسی کیفیت'' کا ارادہ کرتا ہے۔ تو فطری اثر کے

تابع۔شعور کے تصور کرنے سے اس کیفیت کا عکس (جبکہ ہر کیفیت کا وجود۔ ماضی۔ حال میں موجود ہونا یقینی ہے) شعور پر تصویر کی مانند ابھر آتا ہے۔گویا شعور ایک پردۂ سیمیں (ٹیلی ویژن) کے مانند شیشہ سے مشابہ ہوتا ہے جس پر کائنات میں موجود۔ وجود فضائے ایثری کی لہروں کے ذریعہ۔عکس پزیر ہوکر۔خود کیفیت مشاہدہ میں آتی ہے۔اسی طرح۔شعوری ارادہ سے۔شعور ایک کیفیت کی طرف ''توجہ'' سے۔(کیفیت کائنات کے کسی مقام پر ہو ہر پیدا ہونے والی۔مستقبل کی ہیئت) مطلوبہ کیفیت خود بخود شعوری پردہ سیمیں پر ابھر کر مشاہدہ میں آ جاتی ہے۔یہی طریقِ مشاہدہ۔ ''کشف''۔یا علمِ غیب سے۔تعبیر و موسوم ہے۔جو ظاہراً وجود محسوس نہ ہونے کے باوجود ایک ہیئت میں شعور پر ابھر کر مشاہدہ میں آتی ہے۔اور آئندہ آنے والے زمانہ میں ــــ اسکے ظہور ہونے پر بعینہٖ اسی ہیئت میں (حال کی صورت میں) محسوس ہوتی ہے۔جو اسکا (حال کا) اصلی وجود و ہیئت ہوتی ہے ــــ

یہ امر مسلمہ ہے۔کہ انسانی شعور میں ــــ ایثری قوت ــــ ''روح'' سے تشبیہ ہے ــــ ''روح'' ــــ بذاتِ خود ــــ ناری قوت کی حامل ہے ــــ ناری اعتبار سے۔اسکی قوت ــــ قوی ــــ وسیع ــــ اور لطیف ہوتی ہے ــــ کہ مثل خوردبین ــــ لطیف۔غیر محسوس۔کیفیات کا مشاہدہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے ــــ اس قوت کے اعتبار سے۔انسانی حصولِ علم کی وسعت۔کائنات کی وسعتوں تک وسیع ہوتی ہے ــــ جسکے لئے کائنات میں موجود۔ایثری قوت کو انسانی حصولِ علم میں۔معاون اور ذریعہ بنایا گیا ــــ لہذا جہاں تک ایثری وجود کی وسعت ہے۔وہاں تک انسان کو کائنات کی

تحقیق و مشاہدہ کی تحریک ملتی ہے ___اور یہ عمل انسانی شعور ___روح (روحِ حیوانی) سے پورا ہوتا ہے ___انسان فضائے آسمانی میں ___عالمِ سیارگان کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ مشاہدہ حواسِ خمسہ (آنکھ) سے ہوتا ہے ___ظاہر ہے۔ یہ مشاہدہ بغیر ایثری قوت کے ممکن نہیں ___کہ ان کیفیات کا عکس ایثری لہروں کے ذریعہ ہی آنکھ تک پہنچنے سے مشاہدہ میں آتا ہے ___اس امر سے یہ ثابت ہے۔ کہ عالمِ سیارگان کے مقام پر ایثری قوت موجود ہے ___اور جہاں تک ان مقامات پر غیر محسوس ہیئتوں کا تصور ہے ___اتنی وسیع وطویل مسافت میں۔ ان ستاروں کا مکمل وجود۔ محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ اسکے لئے جیسے انسان میں ماورائے ادراک کیفیتوں کے مشاہدہ کیلئے۔ ''شعور'' ___ اور ''روح'' ودیعت کئے گئے ___تو انسان قوتِ ایثری کی مدد سے ان کیفیات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جس انداز سے پیشتر ''شعور'' ___ ''ذہنی شعور'' ___اور ''فضائے ایثری'' میں واقع۔ ''ایثری قوت'' سے مشاہدہ کرنے کی ترتیب بیان کی گئی ___اس ترتیبِ مشاہدہ سے یہ امر ثابت ہے۔ کہ عالمِ سیارگان کے مقام پر۔ ناری ہیئتوں کا وجود ___پایا جاتا ہے ___اسلئے اس مقام پر پائی جانے والی ایثری قوت کو ___ ''ناری ایثر'' ___سے تشبیہ دیا جاتا ہے۔ جس سے ناری کیفیات کا مشاہدہ ہوتا ہے ___اور یہ مشاہدہ۔ انسانی ناری روح (روحِ حیوانی) یا ذہنی شعوری ایثر سے ہوتا ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ جیسا بیان ہوا ___کائنات کی تخلیق میں ''علت'' ___ معلول subject & object کی ترتیب کا نظام پایا جاتا ہے۔ کہ کائنات کی اشیائ میں کوئی شے مستقل ہیئت میں نہیں۔ بلکہ علت و معلول کے نظام کے

تحت ایک شے کا وجود ما قبل (پہلے وجود) کے وجود سے پیدا ہوتا ہے ـــــ اسلئے ہر مابعد (بعد میں پیدا ہونے والا وجود) کا وجود ـــــ ماقبل کے وجود کی دلیل بنتا ہے۔ مثال کے طور ہمارے مشاہدے میں آنے والا وجود۔ خاکی ہیئت رکھتا ہے۔ خاکی ہیئت خود مستقل وجود نہیں ـــــ بلکہ ماقبل کے کسی وجود سے بنا۔ فطری تخلیق کے نظام کے تحت۔ ابتدائی وجود۔ ناری صفت رکھتا ہے۔ لہذا خاکی ہیئت۔ خود ناری وجود کی جملہ صفات کی دلیل بنتی ہے ـــــ اور ناری وجود۔ خاکی وجود کی علت کے اعتبار سے۔ خاکی ہیئت سے۔ قوت میں قوی اور اثر میں بھی قوی قوت کی حامل ہوگی ـــــ اسی تخلیقی عمل کے تابع ـــــ ''نار'' ـــــ خود مستقل وجود نہیں ـــــ بلکہ کسی ماقبل کی قوت سے پیدا ہوتی ہے ـــــ اسلئے ناری ہیئتوں کیلئے بھی ایک ماقبل کی قوت کا ہونا لازمی ہے ـــــ لہذا ناری ہیئت کی صفات پر۔ ناری وجود کی ''علت'' کا تصور ـــــ ''نار'' سے قوی و غالب ہونا لازمی ہوگا ـــــ اس کیفیت کو اسکی ہیئت کے اعتبار سے۔ ناری ہیئت سے۔ قوی و غالب۔ وسیع قوی قوت کی صفت پر ''نور'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح۔ علت و معلول کی فطری تخلیقی ترتیب کے مطابق۔ ہر ہیئت و کیفیت اپنی بازگشت میں۔ جہاں تک علت و معلول کا نظام پایا جاتا ہے۔ ہر علت اپنے معلول کے مقابلہ میں قوت و وسعت میں عظیم تر قوت کی حامل ہوگی ـــــ یہ امر محقق ہے۔ کہ نار کی ہیئت اسکی علت نور سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی صفت پر محققین نے اس قوت کو ''نور'' سے موسوم کیا ـــــ اور ماقبل میں جو بھی علت پائی جائیگی اسی ''نور'' کی صفت پر پہچانی جائیگی۔ کیونکہ تخلیقی عمل میں خاک سے پہلے نار ـــــ اور نار سے پہلے ''نور'' کا تصور ہی قائم ہوتا

ہے۔ اسلیۓ تخلیقی عمل میں ''نور'' سے قبل ہر کیفیت ''نور'' کی صفت پر ہی پہچانی جاتی ہے۔ اس تصور سے سوا اور کوئی ہیئت نہیں جس سے پہچان لازم ہو۔

اس تحقیقی تجزیہ سے ___ یہ ثابت ہے کہ۔ کائنات تین قوتوں سے مرکب ہے ___ اول۔ ''نور'' ___ جو کائنات کے تخلیقی وجود کی بنیادی علت ہے۔ دوئم۔ ''نار'' جو نور کے وجود کی جُز اور معلول ہے ___ اور سوئم۔ ''خاک'' ___ جو ناری وجود سے معلول ہے ___ اور فطری تخلیقی عمل کے تحت۔ خاک ___ ایک ٹھوس وجود میں محسوس ہوتی ہے۔ لیکن جہاں تک ہر معلول کی علت کے وجود ___ اور اسکی صفت کا تصور ہے ہر علت۔ معلول کے مقابلہ میں قوی ہے۔ اسلیۓ وجودی اعتبار سے ہر علت اپنی ابتدأ میں قوی ولطیف وجود میں تصور کی جاتی ہے۔ قوت کے اعتبار سے ''نار''۔ ''خاک'' کے مقابلہ میں۔ لطیف (غیر محسوس) تصور کی جاتی ہے۔ اور ''نور''۔ ''نار'' سے بھی زیادہ قوی ولطیف۔ غیر محسوس تصور کیا جاتا ہے۔ جو انسانی ادراک میں حواس سے مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا ___

یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ جہاں تک کائناتِ۔ نوری۔ ناری۔ خاکی۔ کا تعلق ہے۔ انسان کیلیۓ۔ ان کیفیتوں کا۔ علم ___ ادراک ___ مشاہدہ لازمی ہے اور جہاں تک انسان میں۔ علم۔ ادراک ومشاہدہ کے ذرائع میسر ہیں۔ ان میں۔ حواسِ خمسہ ظاہری ___ حواسِ خمسہ باطنی۔ ذہنی ___ شعوری ایثر (روح) اور فضائے کائنات میں موجود۔ ایثری قوت کا وجود۔ صرف انسانی ___ علم۔ ادراک ___ اور مشاہدہ کیلیۓ مخصوص ہیں ___ یہ امر واضح ہے۔ کہ کیفیات کا مشاہدہ وادراک بغیر۔ ایثری قوت ممکن

نہیں۔اسلئے یہ باور کیا جاتا ہے۔کہ ایثری قوت۔جہاں عالمِ سیارگان تک وسیع۔ان ہیئتوں کے مشاہدہ وادراک میں اصل ذریعہ ــــ اور معاون ہے۔وہاں عالمِ نوری میں بھی۔اس قوت کا پایا جانا لازمی ہے ــــ اور یہ فطرت کا تخلیقی عمل ہے۔کہ جیسے ایثری قوت عالمِ خاکی میں موجود ہے۔ویسے عالمِ ناری میں بھی یہی قوت ذریعۂ حصولِ علم ہے۔اسی طرح عالمِ نوری میں بھی اس ایثری قوت کا وجود پایا جاتا ہے۔اور اسی تصور کے ساتھ۔عالمِ خاکی میں پائی جانے والی ایثر مقام (خاکی) کے اعتبار سے۔یہ قوت ''خاکی ایثر'' سے موسوم ہے۔اور مقام کے اعتبار سے اس کی قوت بھی کمتر ہوگی۔اسی طرح عالمِ ناری میں پائی جانے والی ایثر۔مقام (ناری) کے اعتبار سے یہ قوت ''ناری ایثر'' سے موسوم کی جاتی ہے ــــ اور مقام کے اعتبار سے۔یہ قوت۔خاکی ایثر کے مقابلہ میں۔قوی قوت کی حامل ہوگی۔اسی طرح ــــ عالمِ نوری میں پائی جانے والی ''ایثری قوت'' ــــ ناری ایثر سے بدرجہا قوی و وسیع قوت کی حامل ہوگی۔لہذا اسی مناسبت سے ان قوتوں کا عمل بھی قوی تر قوت کا حامل ہوگا۔ مثال کے طور۔اگر عالمِ خاکی میں۔خاکی ایثر کی تاثیر میں۔ایک کیفیت۔ایثری لہروں کے ذریعہ۔ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی رفتار سے مسافت طے کرتی ہے ــــ تو ناری عالم میں۔ناری قوت کے اعتبار سے۔ایک سیکنڈ کے لاکھویں حصہ میں۔کروڑوں میل کی رفتار سے ایک کیفیت مسافت طے کریگی۔اور اسی طرح ''نوری ایثر'' ــــ کی تاثیر میں۔ایک کیفیت۔نوری ایثری لہروں کے ذریعہ زماں و مکاں کی حدوں سے آزاد ایک سیکنڈ کے اربویں حصہ میں لا انتہا مسافت طے کر کے مشاہدہ میں آسکتی ہے ــــ

جہاں تک انسان کے۔علم۔ادراک ومشاہدہ کا تعلق ہے ــــ کائناتِ عالم کا علم۔ادراک۔مشاہدہ۔عالمِ خاکی۔عالمِ ناری۔عالمِ نوری کی کیفیات کا مشاہدہ۔ انہیں انسانی ادراکی قوتوں۔حواسِ خمسہ ظاہری۔حواس خمسہ باطنی۔ذہنی شعوری ایثر۔ اور فضائے کائنات میں موجود۔خاکی ایثر۔ناری ایثر۔نوری ایثر سے فراہم ہونا ایک فطری عمل کے تحت مقرر ہے ــــ ہاں۔اس مشاہدہ کی ایک فطری ترتیب ہے ــــ حواسِ خمسہ ظاہری سے۔عالمِ خاکی کی کیفیات۔خاکی ایثر کے ذریعہ مشاہدہ کی جاتی ہیں۔بغیر خاکی ایثر حواس خمسہ سے مشاہدہ ممکن نہیں ــــ اسی طرح عالمِ سیارگان کے مقام وہیئتیں۔ناری ایثر کے ذریعہ ہی مشاہدہ میں آسکتی ہیں ــــ ان مقامات کی ہیئتیں۔بغیر ناری ایثر ــــ خاکی ایثر سے مشاہدہ میں نہیں آسکتی ہیں ــــ اسی طرح عالمِ نوری ــــ کی کیفیتیں۔نوری ایثر کے ذریعہ ہی مشاہدہ میں آسکتی ہیں۔یعنی نوری کیفیتیں۔نوری ایثری لہروں میں جذب ہوسکتی ہیں۔ناری ایثر میں جذب نہیں ہو سکتیں۔اسلئے نوری عالم کی ہیئتیں ناری ایثر میں جذب نہ ہونے کی صورت میں۔ذہنی ایثر۔شعوری ایثر تک پہنچ نہیں سکتیں۔لہذا بغیر نوری ایثر نوری عالم کی کیفیتیں مشاہدہ نہیں کی جاسکتیں۔

ان حقائق کو سمجھنے سے یہ امر واضح ہوتا ہے۔انسان میں بھی ایسی ہی تین قوتیں موجود ہیں۔جن میں ہر عالم کے مشاہدہ کیلئے۔ایسی ہی قوت پائی جاتی ہے۔ یعنی۔عالمِ خاکی کیلئے۔خاکی ایثر (حواس خمسہ) اور ناری عالم کیلئے۔شعوری ایثر۔یا ناری ایثر ــــ یا روح حیوانی۔اور اسی طرح نوری عالم کے مشاہدہ کیلئے۔چونکہ ہیئت

کے اعتبار سے ناری قوت۔نوری قوت تک نہ رسائی رکھ سکتی ہے۔نہ ناری قوت نوری قوت میں (غیر جنس ہونے کے باعث) جذب ہوسکتی ہے۔اور یہ فطری عمل ہے۔کہ ''جذب'' ــــ ہونے کے عمل سے ہی۔کیفیات کا انتقال ہو کر مشاہدہ میں آتی ہیں ـــــ اسلئے ضروری ہے۔کہ انسان میں ناری ایثر ـــــ شعوری ایثر ـــــ روح۔سے علاوہ ایک نوری ایثر کا پایا جانا ضروری ہے۔

ویسے انسانی تخلیق میں سائنسی تجزیہ ـــــ سائنسی نظریہ سے حواس خمسہ کے عمل سے۔حواس میں ایثر کا وجود ثابت ہے۔اسی طرح۔انسانی ذہن میں۔حواسِ خمسہ باطنی کے عمل میں۔حصہ بصری Area of Sight ــــ متصرفہ Motor Area ـــــ واہمہ Psychic Area ــــ حافظہ Memory ــــ اور عقل و شعور میں ایثری وجود کا ہونا ثابت ہے۔اور ذہنی شعور میں ـــــ فضائے کائنات میں موجود ایثری قوت کا ہم جنس ہونا بھی ثابت ہے ـــــ یہ بیان ہو چکا کہ عالمِ سیارگان یکسر ناری عالم سے تشبیہ ہے۔اسلئے انسانی جسمانی ـــــ یا ذہنی شعوری ایثر کا وجود ناری ثابت ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ کسی اور ہیئتِ روحانی کا بظاہر احساس و علم نہیں ہوتا۔جس سے نوری ایثر ـــــ یا نوری روح کا پتہ یا علم ہوتا ہو ـــــ نوری ایثر چونکہ یکسر۔لطیف اور غیر محسوس ہیئت ہے۔اسلئے سائنسی آلاتِ تحقیق اس کیفیت کے وجود کی نشاندہی۔یا شناخت سے قاصر ہیں۔تاہم محققین کے عدم تسلیم سے انسان میں ایک ''نوری ایثر'' ـــــ یا ''نوری روح'' کی نفی درست نہیں۔سوائے اسکے۔کہ نوری وجود کا تسلیم۔الہامی کلام و علم سے ثابت کیا جائے۔

اسلامی شریعت میں قرآن نے اس ''روح'' سے متعلق وضاحت سے۔ بیان پیش کیا ہے۔جس سے انسانی وجود میں۔ایک ''نوری روح''۔کی نشاندہی ہوتی ہے ـــ قرآن اس سلسلہ میں انسانی وجود کی مفصل تفصیل میں۔''نوری روح'' ـــ کی تخلیقی ترتیب کا ذکر کرتا ہے۔اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌ م بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ○۔مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ○ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ (پارہ۲۳ سورۃ ۳۸ آیت ۷۱۔ پارہ ۱۴ سورۃ ۱۵ آیت ۲۸،۲۹) جب کہا آپؐ کے رب نے ملائکہ (نوری وجود) سے کہ میں زمین پر۔زمین کی جوہری قوت سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔اوراسکو اعلیٰ جسمانی شکل وصورت اور اعلیٰ ذہنی خصوصیاتِ علمی سے مزین کرونگا اور اسکی انسانی جسمانی تکمیل پر اس میں ایک اضافی قوت۔''نوری روح'' ودیعت کرونگا ـــ

اس بیان میں ایک مرحلہ پر انسان کی جسمانی ہیئت کی تخلیقی ترکیب بیان کی گئی ہے۔اور دوسرے مرحلہ پر انسان کی ذہنی صلاحیتوں کو سویٰ کی ترتیب میں واضح کیا گیا۔جس میں حواسِ خمسہ ظاہری اور حواسِ خمسہ باطنی۔عقل وشعور۔اور ''ناری روح'' کی خصوصیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ـــ تیسرے۔انسان کی جسمانی تکمیل پر ایک ''نوری روح'' کے ودیعت ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے ـــ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ میں ایک نوری قوت کا تصور دیا گیا ہے جو صرف عالمِ نوری کے مشاہدہ وعلم کیلئے مخصوص ہے۔لہذا یہ امر مسلمہ ہے۔کہ انسانی تخلیق وبناوٹ۔ناری روح سے مکمل ہوتی ہے ـــ ناری روح ایک طرف انسانی زندگی کو قائم رکھتی ہے۔دوسری طرف۔

انسانی حصولِ علم میں اس روح کا اہم رول (کردار) ہے۔جس سے عالم ناری تک رسائی اور کیفیاتِ ناری کا ادراک وعلم حاصل ہوتا ہے ــــ اس حال میں کہ عالمِ ناری میں۔''ناری ایثر'' کا وجود ثابت ہے۔جو حصول علم میں اصل ذریعہ اور معاون ہوتی ہے اور یہ ایک فطری تخلیقی عمل ہے۔کہ ناری ہیئت کی ''علت'' بھی ایک ''قوت'' ثابت ہے۔جو ماورائے نار مقام رکھتی ہے۔اسلئے مقام وقوت کے اعتبار سے یہ مقام ــــ ''عالمِ نوری'' سے تشبیہ دیا جاتا ہے ــــ یہی وہ عالم ہے یہی وہ فضا ہے۔جسے ''نوری ایثر'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔اور عربی۔اصطلاح میں اس قوت کو''روحِ رحمانی'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔جو ایک طرف انسانی وجود میں بھی منسلک ہے۔اور دوسری طرف عالمِ ناری سے ماوریٰ عالمِ نوری سے لیکر۔ابتدائی تخلیقِ کائنات کے مقام تک وسیع و محیط سمجھی جاتی ہے۔

''یہی وہ نوری روح'' ــــ ''نوری ایثر'' ــــ ہے۔جس سے انسان میں ودیعت روحِ رحمانی ــــ ''نوری ایثر'' ــــ رابطہ قائم کر کے۔عالمِ نوری کی کیفیات ۔کا عکس حاصل کر کے۔انسان کے ''قلب'' ــــ میں ساکن (موجود) روحِ رحمانی پر اثر انداز ہوتی ہے ــــ اور انسانی قلب پر عکس پذیر عالمِ نوری کی کیفیت۔مشاہدہ کی جاتی ہے ــــ اسکی ترتیب ایسی ہے جیسے عالم ناری کی کیفیات کا عکس۔ناری ایثر ــــ ناری روح میں جذب ہو کر۔دماغی شعوری روح پر منعکس ہو کر مشاہدہ میں آتا ہے۔اسی طرح نوری ایثر (قلب میں مقیم)۔عالمِ نوری سے رابطہ کر کے۔نوری عالم کی کیفیات۔جذب ہو کر قلب پر منعکس ہوتی ہیں۔اور فطری ترتیبِ مشاہدہ کے

مطابق۔ یہ عکس قلب سے۔ ذہن میں منتقل ہوتا ہے۔ جیسے عالم نوری سے بغیر حواس کیفیات۔ ذہن میں منتقل ہوتی ہیں۔ اسی طرح کیفیات قلب سے۔ (ذہن) متصرفہ Motor Area میں منتقل ہوتی ہیں۔ اور متصرفہ سے۔ واہمہ ــــ حافظہ پر منتقل ہو کر شعور (شعوری ایثر) میں منتقل ہوتی ہیں۔ اور شعور پر کیفیت کا عکس آنے پر ہی عالمِ نوری کی کیفیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اس نوری مشاہدہ کی ترتیب بھی۔ وہی ہے۔ جو ناری مشاہدہ کی ترتیب مقرر ہے۔ کہ عالمِ نوری کی کیفیات کا عکس۔ عالمِ نوری کی نوری ایثر میں جذب ہو کر۔ انسانی قلب کی طرف۔ منتقل ہوتی ہیں اور قلب میں نوری ایثر ان کیفیات کا عکس قبول کر کے ذہن میں ناری ایثر تک منتقل ہو کر۔ ذہنی ــــ شعوری ایثر ہی سے مشاہدہ میں آتی ہیں ــــ اور پھر شعور میں مشاہدہ ہونے کے ساتھ فطری ترتیب کے مطابق یہ تصویریں ''حافظہ'' میں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ یہ امر قابلِ غور ہے۔ کہ اگر نوری کیفیات حافظہ میں محفوظ نہ ہوں۔ تو انسان نوری عالم کے علم سے بے خبر ہوتا ہے ــــ لہذا ضروری ہے۔ کہ جب تک عالمِ نوری کی کیفیات۔ نوری ایثر ــــ قلبی ایثر ــــ روحِ رحمانی کے ذریعہ ذہن تک منتقل نہ ہوں۔ عالمِ نوری کے آثار کا علم نہیں ہوسکتا ــــ اس حال میں۔ کہ اگر کیفیات قلبی ایثر پر عکس پذیر ہوں۔ اور ذہنی ایثر تک منتقل نہ ہوں۔ یعنی کیفیاتِ نوری کو ــــ ذہنی و قلبی رابطہ سے ذہنی۔ شعوری ایثر تک منتقل ہونے کا رابطہ فراہم نہ ہو۔ تو بھی انسان عالمِ نوری کی کیفیات کا مشاہدہ نہیں کرسکتا ــــ جب تک کہ عملی طور قلب و ذہن کا رابطہ ہو کر ــــ قلبی ایثر ــــ قلبی روحِ رحمانی کا عکس یکسوئی کے ساتھ ذہن ــــ ذہنی شعوری ایثر

تک منتقل نہ ہو ــــ یعنی۔ قلبی روح سے عکس حواسِ خمسہ باطنی کے ذریعہ حافظہ تک منتقل ہو کر شعوری ایثر میں منتقل ہو ــــ اور شعور سے حافظہ میں کیفیت محفوظ ہو۔ اسکے بعد حافظہ سے عقل اس کیفیت کا مشاہدہ کرتی ہے۔ اس وقت انسان کا۔ عقلی عمل سے ــــ عقلی انتقالِ ہیئت سے۔ عالمِ نورانی کا مشاہدہ مکمل ہوتا ہے۔ بغیر عقلی مشاہدہ انسان عالمِ نوری کی کیفیات کے مشاہدہ سے بے خبر ہوتا ہے۔ البتہ چونکہ یہ کیفیات یکسر نوری ہوتی ہیں۔ لہذا نوری ہیئت کے اعتبار سے یہ کیفیتیں۔ انسان کے قلب (روحِ رحمانی کا مسکن) میں (مثل حافظہ کے) جمع محفوظ رہتی ہیں ــــ اسی علم پر ایک ولی کے اسرارِ باطنی کے علم کا دارومدار ہوتا ہے۔

یہ صورت ہے۔ نوری ایثر ــــ قلبی ایثر ــــ روحِ رحمانی سے فضائے عالمِ نوری میں واقع نوری ایثر کے ذریعہ کیفیات کا عکس حاصل کر کے۔ عالمِ نوری کی ــــ ماورائے ادراک کیفیات کا مشاہدہ کرنے کی ــــ جسے اصطلاحِ شریعت میں۔ مشاہدۂ اسرارِ باطنی۔ یا مشاہدۂ اسرار و آثار الٰہی تعبیر دیا جاتا ہے ــــ المختصر۔ شریعتِ اسلامی۔ اصطلاح شریعت اسلامی میں ــــ طریقت ــــ سے مراد ــــ حواسِ خمسہ ظاہری۔ حواسِ خمسہ باطنی۔ عقل و شعور ــــ ذہنی شعور۔ قلبی ایثر۔ روح رحمانی اور ــــ فضائے عالم کی ایثری قوت۔ جو زمین سے لیکر ابتدائے تخلیق کائنات تک وسیع مقام رکھتی ہے۔ ان قوتوں سے۔ فضائے ارضی ــــ فضائے عالمِ خاکی ــــ عالمِ ناری ــــ اور عالمِ نوری کی کیفیات کا ان قوتوں کے ذریعہ ادراک و علم و مشاہدہ ــــ ''طریقت'' سے تعبیر ہے ــــ

یہی قوتیں ـــــ ایک مخصوص انسان میں بدرجہ اولیٰ۔ پاکیزہ۔قوی ولطیف ہیئت میں موجود ہوں۔تو ان قوتوں سے۔قوت کے اعتبار سے۔انسان سے روحانی کمالات وکرامات کا صدور[1]۔اور عالمِ مادی سے عالمِ نوری تک تمام آثار واسرار کا مشاہدہ ہو کر ایک انسان نبوت کا مقام حاصل کرتا ہے۔یہی انسان عالمِ انسانی کی

---

[1] عالمِ ناسوت کا ـــــ مقام ایک حاملِ شریعت کو قرآنی آیات (نماز۔روزہ۔تقویٰ) کی صورت میں حاصل ہوں تو ایسے شخص کو ''ولی'' کی صفت سے نہیں موسوم کیا جاتا۔ بلکہ اسے ''عامل'' کی صفت سے موسوم کیا جاتا ہے۔کیونکہ عالمِ ناسوت کی منازل درجہ ولایت میں شامل نہیں۔اس حال میں کہ ایسی چند منازل بغیر اتباعِ شریعت (بغیر عمل نماز۔روزہ۔تقویٰ) بھی حاصل ہوتی ہیں۔بلکہ غیر مذاہب کے علماء۔براہمن ـــــ یا کوئی غیر مذہب کا فرد۔صرف فاقہ۔رات جاگنے۔اور تزکیہ کے عمل (دریا میں کھڑے ہو کر چند وظائف ادا کرنے) سے۔ایسی قوتیں حاصل کر لیتا ہے۔اور جو اکثر غیر شرعی عمل کے لوگوں کو۔فاقہ۔رات جاگنے یا معمولی تزکیہ کرنے سے کمالات حاصل ہوتے ہیں وہ سب کمالات عالم ناسوت کی منازل کی ہی کیفیتیں ہوتی ہیں ـــــ

اس عالم ناسوت کی منازل میں مشاہدہ میں آنے والی کیفیتیں۔عظیم نور مثل سورج۔بلکہ سورج سے عظیم نور۔اور باغات مثل جنت۔نہریں بہتی۔مشاہدہ میں آتی ہیں۔جن میں بغیر شریعت عمل ـــــ اور بغیر کسی راہبر ـــــ مرشد۔صرف ذاتی صفائی قلب اور صفائی ذہن سے ہر آدمی کو یہ مشاہدہ حاصل ہو سکتا ہے۔انہیں مشاہدات میں۔اگر ایک شخص معمولی صفائی قلب کے۔بغیر راہنمائی مرشد کے۔ان کیفیات کا مشاہدہ کر لے۔تو وہ اپنی ذاتی تاویل سے ایسے مقامات کی غلط تعبیر کر کے گمراہ ہو جاتا ہے۔مثال ـــــ اگر ایک شخص بغیر علم۔بغیر راہنمائی مرشد۔عالم ناسوت کی کیفیتوں میں ایک عظیم نور مشاہدہ کرے تو لاعلمی کی وجہ سے وہ خود اس کیفیت کو اللہ کا نور سمجھ کر خود کو کوئی بڑا ولی سمجھنے لگتا ہے۔اس حالت میں عالم ناسوت کی اور کیفیتوں میں۔محلات۔باغات۔نہریں اور ماورائے عقل کیفیات کا مشاہدہ کرے تو خود کو ولی سمجھ کر لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔اور لوگ ایسے واقعات دیکھ کر

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

راہنمائی اور اصلاحِ انسانی کیلئے منتخب ہوتا ہے۔جس سے عالمِ انسانی کو ھدایت کی راہ میسر ہوتی ہے۔ایسی شخصیت کو اصطلاح شریعت میں ''ولی'' کے خطاب سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

ایسے فرد کو ولی سمجھ کر اس کی اطاعت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں ـــــ ایسے ہی مشاہدات جو بغیر راہبر کامل کی راہنمائی کے دیکھنے میں آئیں۔تو ایسا شخص۔''نبی'' ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ایسے مشاہدات کو''نبی'' کی صفت ہونا سمجھ کر۔نبوت کا دعویٰ کرتا ہے ـــــ کیونکہ طریقت۔حقیقت میں۔عالم اسرار کائنات کے مشاہدہ کرنے والے کو''نبی'' کی صفت سے پکارا جاتا ہے ـــ ہاں یہ مشاہدہ بہت کمزور اور ناقص ہوتا ہے۔اس مشاہدہ میں جو عالم ناسوت کی چند منازل کی کیفیات کا مشاہدہ ہو ـــ یہ مشاہدہ۔روحِ حیوانی کے مشاہدہ کے مطابق ہوتا ہے۔لیکن ناپختگی روح کی وجہ سے اس مشاہدہ میں۔حافظہ کے خیالات بھی شعور میں داخل ہو کر ایک روحانی ہیئت بناتے ہیں۔تو آدمی سمجھتا ہے۔کہ وہ حقیقی مشاہدہ کر رہا ہے۔ایسی صورت میں۔حافظہ میں خیال جو کیفیت شعور کی طرف Revert ـــ (گردش) کرے وہ بھی ناسوتی مشاہدہ کی شکل میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔اس کے ساتھ ہی ایسے شخص کو جو شریعت کی اتباع سے خالی ہو۔یا اگر نماز۔روزہ کا عادی ہو تو بھی بغیر راہنمائی ولی اکمل۔شیطان بھی۔ اپنی طرف سے گمراہ کن کیفیات توجہ کے ذریعہ ایسے شخص کے شعور (روح حیوانی) پر ڈالتا ہے۔تو یہ کیفیتیں بھی مشاہدہ میں نظر آتی ہیں۔تو ایک لاعلم آدمی یہ سمجھتا ہے۔کہ وہ حقیقتاً۔ایک حقیقت کا مشاہدہ کر رہا ہے۔جس وجہ سے ایک انسان۔کچھ لاعلمی۔کچھ حافظہ کی خیالی ترسیل اور کچھ شیطان کی مداخلت سے اپنے ہی مشاہدہ سے غلط تاویلات کر کے گمراہ۔اور جاہل ہو جاتا ہے ـــــ ایسے ہی مشاہدہ کرنے والوں میں۔نبوت کا دعویدار بھی ہوتا ہے۔کہ عالم ناسوت کی چند کیفیات کا مشاہدہ کرنے سے وہ خود کو صاحبِ کمال۔صاحبِ ولایت ہونے کا گمان کرتا ہے ـــ اس کے مشاہدات ناسوتی ہوتے ہیں۔جو زمرۂ ولایت میں شامل نہیں یا بعد میں خیالی مشاہدات ـــــ اور جب ایسا فرد خلافِ سنت۔نبوت کے دعویٰ پر بضد ہو۔تو شیطان بھی عجیب عجیب کیفیاتِ ناری کی توجہ دیکر اس کے مشاہدات میں لاتا ہے۔تو یہ عمل امت میں فتنہ کا سبب بنتا ہے۔

باب دوم

مشاہدۂ اسرارِ الٰہی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰے رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِی

الْاٰفَاقِ وَ فِیْٓ

اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی

يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

اَنَّهُ الْحَقُّ ط

(پارہ ۲۵ سورۃ ۴۱ آیت ۵۳)

ہم نے آفاق کے متعلق واضح دلیلیں پیش کر کے

حقیقت کو سامنے کر دیا۔ اور اُنکے وجود میں بھی

۔ یہاں تک کہ کسی کو انکی حقیقت سمجھنے میں۔

یا حق نہ ہونے کے شبہ کی گنجائش ہی نہ ہو سکے گی۔

باب دوم
مشاہدۂ اسرارِ الٰہی

گذشتہ باب میں۔تصورِطریقت سے متعلق۔تاریخِ طریقت ــــ یا ــــ اصولِ تصوف پر۔تفصیلاً بیان ہوا۔کہ طریقت۔یا تصوف کا اصل تصور کیا ہے۔جس میں۔اشیائے کائنات کی تمامی کیفیات کا علم ومشاہدہ۔حاصل ہونے میں انسانی وجود میں۔حواسِ خمسہ ظاہری ــــ حواسِ خمسہ باطنی ــــ اورانسانی علم ومشاہدہ میں معاون ایک وسیع کائناتی قوت۔''ایتھر'' ــــ کا عمل ودخل واضح کیا گیا ــــ اب ضروری ہے۔ کہ انسانی علم ومشاہدہ میں۔آنے والی کائناتی کیفیات کی نشاندہی کی جائے۔کہ اس کائناتِ۔عالمِ خاکی ــــ عالمِ ناری ــــ عالمِ نوری کی ہیئتوں کو کس تصور میں پہچانا جاتا ہے ــــ

یہ امر واضح وظاہر ہے۔کہ محققینِ مادہ کے پاس ایسا کوئی ذریعہ موجود نہیں۔ جس سے۔عالمِ ناری ــــ عالمِ نوری کا ادراک وعلم۔اور رسائی ممکن ہو۔سوائے اسکے۔کہ خالقِ کائنات کی طرف سے انبیاء کے ذریعہ ــــ الہامی صحیفوں کے ذریعہ۔ ان آثار کی ہیئتوں۔کیفیتوں کی نشاندہی۔یا پہچان کی گئی ہو یعنی ان۔آثارِ ناری۔و نوری کی نشاندہی بغیر کتب سماویہ ــــ یا الٰہی کلام کے ممکن نہیں ــــ لہذا اس حقیقت کو

پانے کیلئے۔الٰہی صحائف ہی سے دلائل مہیا ہوسکتی ہیں۔

جیسا کہ اصول تصوف کے ابتدائی بیان میں طریقت سے متعلق قرآنی آیات کا حوالہ دیا گیا۔لہذا آئندہ بھی قرآنی آیات کی روشنی میں۔طریقت سے متعلق کیفیاتِ کائناتِ عالم کا تصورِ حقیقی حاصل کرنے میں۔قرآنی آیات سے مدد حاصل کی جائیگی۔

قرآن نے بھی اپنے ابتدائی باب میں واضح الفاظ میں اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے ـــــ جیسا گذشتہ باب میں روح رحمانی ـــــ نوری ایثر کے ذریعہ عالمِ نوری کی کیفیات کا مشاہدہ کرنا واضح کیا گیا۔چنانچہ قرآن اپنے بیان میں اس ''عالم'' کی نشاندہی کرتا ہے ـــــ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ (پارہ اول سورۃ ۲ آیت ۳۱) اور علم و مشاہدہ و پہچان دی آدم (انسانِ اول) کو تمام آثارِ خاکی ـــــ ناری ـــــ نوری کی۔جہاں تک اس کائنات کا وجود موجود ہے ـــــ پھر بعض کیفیتوں۔ہیئتوں سے متعلق ملائکہ (نوری وجود) سے استفسار (سوال) کیا گیا ـــــ کہ ہمیں ان آثارِ نوری سے متعلق نشاندہی کراؤ ـــــ اگر تمہیں ان آثار کا علم و مشاہدہ حاصل ہے؟ لیکن ملائکہ نے ان آثار کے علم و آگاہی میں معذوری ظاہری کی۔کہ انہیں ان کیفیات کا علم و مشاہدہ نہیں ـــــ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ○ (پارہ اول سورۃ ۲ آیت ۳۲) ملائکہ ایک نوری وجود

رکھتے ہیں۔لیکن یہ نوری وجود۔انسان ـــــ (آدم) کی روحِ رحمانی کے مقابلہ میں کمتر حیثیت رکھتے ہیں۔اس بنأ پر یہ نوری وجود۔عالمِ نوری کے تمام آثار کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں ـــــ اس بیان سے۔یہ واضح ہے۔کہ ملائکہ کا عجز محض اس بنأ پر ہے۔کہ ان سے۔اَسۡمَآءَ کُلَّھَا کے سوال میں۔انکی قوتِ وجودی سے بالاتر کیفیات کی نشاندہی وعلم سے متعلق اشارہ عیاں ہے۔جو انکے علم میں ماورائے ادراک کیفیات ہیں۔ملائکہ چونکہ آسمانِ نوری کی مخلوق ہے۔اور آسمانوں سے ماورائے کیفیات تا تخلیقِ مخلوقِ ابتدائی۔آسمانوں کے مقابلہ میں عظیم نوری حیثیت میں واقع ہیں۔انہیں کیفیتوں کے متعلق ملائکہ سے سوال کیا گیا۔جسکے ادراک وعلم میں ملائکہ نے لاعلمی۔اور نارسائی کا اظہار کیا ـــــ لہذا یہ امر ثابت ہے۔کہ ماورائے آسمانِ نوری ـــــ عالمِ بالا کی کیفیات نوری ہیئت میں واقع اَسۡمَآءَ کُلَّھَا سے تشبیہ دی جاتی ہیں ـــــ جنہیں اصطلاحِ شریعت وطریقت میں۔''آثار'' ـــــ و''اسرارِ الٰہی'' سے تعبیر دیا گیا ہے۔

جیسا بیان ہوا۔کہ ان کیفیات کی۔عالمِ خاکی ـــــ عالمِ ناری اور عالمِ نوری سے نشاندہی کی گئی ـــــ لہذا۔اس مقام پر اَسۡمَآءَ سے۔عالمِ خاکی ـــــ عالمِ ناری ـــــ اور عالمِ نوری کی غیر محسوس باطنی ہیئتوں کی طرف اشارہ ہے۔جو حواسِ خمسہ ظاہری یا مادی آلاتِ ایجادی ذرائع سے۔علم ومشاہدہ میں نہیں آسکتی ہیں جنہیں۔اَسۡمَآءَ کُلَّھَا کے بیان کے مطابق۔عالمِ ناری۔عالمِ نوری میں واقع لطیف ہیئتوں کی صورت میں ـــــ تخلیقِ الٰہی ـــــ یا باطنی آثار واسرارِ الٰہی سے موسوم کیا جاتا ہے ـــــ

عربی اصطلاحِ طریقت میں۔ان کیفیات۔یا عالموں کو مخصوص اسماء (نام) سے تشبیہ دیا گیا۔جنہیں۔عالمِ ناسوت۔عالمِ ملکوت۔عالمِ جبروت۔عالمِ لاہوت سے موسوم کیا گیا۔

اب ان عالموں کی کیفیات کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

عالم ناسوت ـــــ سے مراد عالمِ ناس (الناس) یا عالم انسانی ہے۔یہ ایک غیر محسوس لطیف ہیئت ہے۔جو عالمِ ناس (دنیا) سے منسلک ہے۔جو حواس خمسہ کے ادراک و احاطہ میں نہیں آتا ـــــ جسکا تعلق براہ راست روحِ حیوانی کے باطنی مشاہدہ سے ہے۔جیسا کہ علمائے اسلام۔اولیائے طریقت کو عام طور پر کیفیات باطنی مشاہدہ میں آتی ہیں۔ان میں عالمِ ناس ـــــ دنیا ـــــ یا زمین کی چھپی۔یا غیب کی ـــــ (حواس خمسہ میں نہ آنے والی) کیفیات ـــــ مثلاً کیفیاتِ وجودی ـــــ زمین کی اشیأ ـــــ جو ـــــ آنکھوں سے دور ـــــ کانوں سے دور ـــــ ماضی ـــــ حال اور مستقبل میں وجود پذیر تھیں ـــــ وجود پذیر ہیں ـــــ اور وجود پذیر ہونگی ـــــ ان کیفیات کا بغیر ذریعۂ حواس خمسہ۔بعینہٖ مشاہدہ کرنا۔ایسی کیفیات کا مشاہدہ۔براہ راست۔دماغ ـــــ ناری روح ـــــ یا روحِ حیوانی سے کیا جاتا ہے۔جیسے گذشتہ باب میں۔روح حیوانی۔اور ذریعۂ ایثر سے مشاہدہ کرنا بیان کیا گیا ـــــ ان تمام کیفیات کو۔عالمِ ناس۔اور اصطلاحِ طریقت میں ''عالمِ ناسوت'' سے تعبیر دیا جاتا ہے۔

عالم ملکوت ـــــ یعنی لطیف نوری ہیئتوں کا عالم ـــــ جیسا کہ گذشتہ اس عالم کی کیفیت بیان کی گئی ـــــ کہ عالم ناسوت۔کی حد عالمِ سیارگان تک ہے۔

اگرچہ یہ کیفیتیں ناری ہیئت میں وجود رکھتی ہیں ـــــ لیکن ان کیفیات کا تعلق۔ عالمِ انسانی ـــــ دنیا ـــــ سے ہے۔ ان کیفیتوں ہیئتوں کا مشاہدہ بھی روحِ حیوانی ـــــ ناری ایثر ـــــ سے کیا جاتا ہے ـــــ عالمِ سیارگان ـــــ عالم ناری سے ماورئی۔ آسمانی ہیئتیں واقع ہیں۔ فطری قانونِ تخلیق کے تحت۔ نار کی انتہائی قوت اپنی بنیادی ہیئت میں۔ ''نوری'' ہیئت سے موسوم کی جاتی ہے۔ یہ عالم نوری اعتبار سے۔ ''عالمِ ملکوت'' سے تعبیر ہے۔ ملکوت سے مراد عالمِ ملائکہ ـــــ یعنی نوری عالم۔ ملائکہ عربی اصطلاح میں۔ نوری جسم ـــــ نوری پیکر تصور کیا جاتا ہے ـــــ چونکہ یہ عالم خالص نوری ہیئت و کیفیت میں وجود پذیر ہے۔ ایسے مقام تک ناری روح یا روحِ حیوانی کی رسائی نہیں۔ نہ اس مقام کی ایثر میں ناری تاثیر ہے۔ لہذا ایسے مقام تک رسائی ـــــ علم و مشاہدہ کیلئے ـــــ وَ نَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِيۡ۔ انسان میں اسکی جسمانی تخلیق ـــــ جسمانی ساخت میں۔ ایک نوری روح ودیعت کی گئی ہے ـــــ جو اپنی قوت کے اعتبار سے۔ ماورائے عالمِ ناری ـــــ عالمِ نوری۔ کائناتِ عالم کی ابتدائی ہیئت تک رسائی و مشاہدہ کی صفت پاتی ہے ـــــ

عالمِ ملکوت کی وسعت میں۔ آسمانِ اول سے لیکر سات آسمانوں ـــــ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ تک اور سات آسمانوں سے بالا ـــــ جیسا کہ قرآن نے اسکی نشاندہی کی ـــــ وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ایک کیفیت کُرۡسِیُ کے نام سے معروف ہے۔ اور کرسی سے بالا ایک اور نوری مقام ہے جسے قرآن نے عَرۡش کے نام سے نشاندہی کی اور عرش سے بالاتر مقام ایک اور نوری مقام ہے جسے سِدۡرَةُ

الـمُـنتَھیٰ کے نام سے تصور دیا گیا۔ ان مقامات میں عرش تک ملائکہ کا وجود پایا جاتا ہے۔ انہیں مقامات کو عَـالَمِ مَلَکُوْت سے موسوم کیا گیا۔ اور ان عالموں کی کیفیات نوری میں۔ عجائباتِ خالقیت۔ کو اسرارِ الٰہی سے تعبیر دیا گیا۔ جو اولیائے کاملین کے مشاہدہ میں آتے ہیں۔

عَـالَـمِ جَبَرُوت ــــ یہ عالم ملائکہ کے سردار جبرائیلؑ کے نام سے منسوب ہے۔ یعنی عرش سے ماورائے مقام سِـدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ تک ایک لامحدود وسیع نوری عالم ہے۔ جسکی وسعت لامحدود ہے ــــ اس نوری مقام میں بھی اللہ تعالیٰ کے نشانات خالقیت۔ مختلف ہیئتوں کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔ جو اولیائے کاملین کے مشاہدہ میں نوری روح ــــ روحِ رحمانی ــــ اور نوری ایثر کے ذریعہ مشاہدہ کئے جاتے ہیں۔ اس عالم کو اولوالعزم [۱] ملائکہ کی نسبت سے ''عـالـمِ جبروت'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔

عَـالَـمِ لَاھُوْت ــــ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق میں ــــ کائنات کی ابتدأ ــــ ''نـــور'' سے کی ہے ــــ جس میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت کے لامحدود ــــ لاتعداد ــــ آثار و اسرار پائے جاتے ہیں ــــ اس تخلیق میں کائناتِ نوری کو مختلف منازل و مراحل سے سنوارا ہے ــــ جنہیں ''اسرارِ الٰہی'' سے تعبیر دیا گیا ہے۔ یہ

---

[۱] اولوالعزم ملائکہ میں۔ ملائکہ کے سردار۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل۔ اور جبرائیل چار ملائکہ معروف ہیں۔ جن میں جبرائیل (علیہ السلام) ملائکہ ان تین ملائکہ میں افضل درجہ و مقام رکھتے ہیں۔ ان کا مقام۔ عالم نوری میں۔ سدرۃ المنتھیٰ تک ہے۔ یہ آخری حد عالم ملکوت کی ہے۔ حضرت جبرائیل کی نسبت سے اس مقام کی حد عالم جبروت سے موسوم کی جاتی ہے۔

کیفیات سوائے مشاہدۂ روحی (نوری) کے کسی اور ذریعہ سے علم وادراک میں نہیں آتیں ـــــ اسی بنائ پر ان کیفیات و عالم کو "اسرارِ الٰہی" سے موسوم کیا گیا ہے ـــــ ہاں! یہ سب کیفیات (کائناتِ نوری) ایک ابتدائی نور ـــــ نورِ محمدیؐ سے بنائی گئیں ـــــ جن میں ہر مقام پر۔ ان منازل میں۔ ہر منزل کی نورانی کیفیت کی ایک مثالی ہیئت محسوس کی جاتی ہے۔ جو عام تصورات کی صورت میں خوبصورت عظیم باغات۔ دریاؤں۔ پہاڑوں اور نوری سمندروں کی شکل میں محسوس (مشاہدہ) کی جاتی ہیں۔ لہذا تخلیقی ترتیب کے اعتبار سے مقام کے مطابق ان کیفیات کو "عالموں" کی ہیئت میں ـــــ عالمِ لاھوت ـــــ عالمِ جبروت ـــــ عالمِ ملکوت ـــــ عالمِ ناسوت سے موسوم کیا گیا ـــــ

عالمِ ناسوت سے لیکر عالمِ ملکوت وجبروت تک کیفیات کی ہیئتیں عام مشاہدہ کے مطابق مثالی شکلوں میں محسوس (مشاہدہ) میں آتی ہیں ـــــ عالم جبروت سے ماوریٰ۔ چونکہ لطیف نور پایا جاتا ہے۔ اسلئے ایسے عالم میں۔ کیفیات محض "انوار"۔ کی شکل میں مشاہدہ میں آتی ہیں۔ جن میں۔ سبز۔ نیلے۔ سرخ۔ سنہری اور سفید رنگ لطیف انوار مشاہدہ میں آتے ہیں جن میں لطیف حسن و جمال وجلال کا احساس ہوتا ہے۔ یہی انوار ہیں۔ جنکے مشاہدہ میں۔ ایک شاہد (صاحب مشاہدہ ولی) پر جذب طاری ہوجاتا ہے۔ یہ کیفیتیں زیادہ تر استغراق کے عالم میں مشاہدہ کی جاتی ہیں ـــــ

ایسے ہی عالم جو محض نوری ہیئتوں میں مشاہدہ میں آتے ہیں۔ عالمِ لاھوت سے موسوم ہے۔ جس سے مراد لَاھُوَ اِلَّا ھُوَ ـــــ یعنی اس مقام میں اللہ

تعالیٰ کے صفاتی انوار ــــ نورِ محض ۔مشاہدہ میں آتے ہیں ۔جو نورِ محمدی ﷺ سے ''خلق'' (پیدا) کئے گئے ہیں ۔عالمِ لاھوت کی ابتدا۔ عالمِ جبروت (سدرۃ المنتہیٰ) سے لیکر نورِ اول ــــ نورِ ابتدائی (جو نور کائنات کا بنیادی سبب ہے) تک وسیع ہے۔ عالم لاھوت کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور مشاہدہ ہوتا ہے۔ جو نورِ محض ــــ نورِ مجرد ــــ لامحدود نور ہے۔ اسی نور پر عرفان و معرفتِ الٰہی کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

جیسا گذشتہ باب میں بیان ہوا۔ کہ کائنات کے آثارِ ظاہری و باطنی کے مشاہدہ کیلئے ــــ انسان میں قوتِ ادراک ــــ حواس خمسہ ظاہری ــــ روحِ حیوانی (ناری روح) ــــ روحِ رحمانی (نوری روح) ودیعت ہوئی ہیں ۔ان قوتوں میں ــــ ناری روح ــــ کو ناری ایثر ــــ اور نوری روح کو ــــ نوری ایثر سے بھی موسوم کیا گیا ــــ اسی طرح کائناتِ عالم میں موجود قوت میں ــــ عالم ناری (عالم سیارگان) میں موجود قوت کو۔ ناری ایثر ــــ اور ماورائے عالمِ ناری۔ آسمان ــــ کرسی ــــ عرش ــــ سدرۃ المنتہیٰ ــــ اور ماوریٰ عالم نوری میں موجود قوت کو ــــ نوری ایثر سے موسوم کیا گیا ــــ یہی وہ ذرائع ہیں ۔جن سے انسان عالمِ ناسوت سے لیکر عالم لاہوت ۔تا نورِ ذات ۔کیفیات مشاہدہ کر کے معرفتِ الٰہی کے آثار کا علم حاصل کرتا ہے۔ اسی علم و عمل کو اصطلاح طریقت میں ــــ ''طریقت'' ــــ سے تعبیر دیا گیا۔

اسکے بعد ایک انسان (صاحبِ مشاہدہ ولی) کو عالم ناسوت ۔عالم ملکوت ۔عالم جبروت ۔عالم لاہوت ــــ میں کس طرح مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور ان عالموں میں کس نوع کی کیفیات مشاہدہ میں آتی ہیں ۔انکی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

عالم ناسوت کا ناری روح کے ذریعہ مشاہدہ کا کیا طریق ہے؟

جہاں تک قرآنی شریعت وطریقت کا تعلق ہے ـــــ یہ طریق قرآنی ضابطہ کے تحت عمل میں لایا جاتا ہے ـــــ جیسا کہ گذشتہ قرآنی آیات کے حوالہ سے آیات پیش کی گئیں ـــــ جس میں بنیادی ضابطہ قرآن نے اس آیت میں پیش کیا۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ۔مِنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ج (پارہ ۲۸ سورۃ ۶۲ آیت ۲۔ پارہ ۴ سورۃ ۳ آیت ۱۶۴) وہ اللہ ہے جس نے اٹھایا۔ (مکہ کے) ان پڑھ لوگوں میں ایک منتخب فرد (وسیلہ) کو انہیں لوگوں میں سے۔ جو میری کلام انہیں سناتا ہے ـــــ اور پھر اس کلام میں بیان کئے گئے آثار واسرار باطنی وظاہری کا ادراک وعلم عطا کرتا ہے۔ اور انسان کے روح وجسم کو لطیف وپاک کر کے ان آثارِ باطنی کا مشاہدہ وعلم عطا کرتا ہے۔ جو اس کلامِ الٰہی میں بیان کئے گئے ہیں۔ جو ماورائے ادراک کیفیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ حقیقتاً یہی کیفیات اسرارِ الٰہی سے تشبیہ دئے گئے ہیں ـــــ (وَالْحِکْمَةَ)۔

اس آیت سے یہ امر واضح ہے۔ کہ انسانی اخلاق کو سنوارنے سے علاوہ (قرآن) کلامِ الٰہی میں تخلیقِ کائنات سے متعلق۔ عالمِ نوری۔ عالمِ ناری۔ عالمِ خاکی کے آثار کا بھی ذکر ہے۔ جسکے فہم وادراک کیلئے۔ ایک وسیلہ ـــــ ذریعہ ـــــ تعلیم کیلئے اللہ نے ایک فرد کا بحیثیتِ ـــــ ''نبی'' ـــــ ''رسول'' ـــــ تقرر لازم کیا ـــــ جسے معلم ـــــ ھادی (راہنما) ـــــ نبی رسول پکارا گیا ـــــ سو اس امر سے واضح ہے۔ کہ کوئی بھی۔ ہیئت ـــــ کیفیت ہو۔ اسکا علم وادراک بغیر ایک منتخب ھادی۔ معلم۔

راہنما کے ممکن نہیں۔لہذا حصولِ علم ومشاہدہ کیلئے۔ایک۔ذریعہ ــــ وسیلہ کا بحثیت معلم وراہنما ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اپنی کلام انسان پر نازل کرنے کے ساتھ ایک نبی کو بحثیت معلم وراہنما پیش کیا ــــ اسی راہنما کے ذریعہ انسان عالم خاکی ہو یا ناری۔ یا نوری ــــ ہر کیفیت کا علم ومشاہدہ حاصل کرتا ہے۔چنانچہ قرآن نے علم طریقت میں بھی ایک مخصوص ''نبی'' کا تقرر کیا۔جو یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ۔کلام الٰہی کے آثار بیان کرتا ہے۔پھر انسان کا تزکیہ کر کے اسکی روح کو پاکیزہ بناتا ہے۔جس سے وہ تمام عالم خاکی۔عالم ناری۔عالم نوری کا علم ومشاہدہ حاصل کرتا ہے۔وَیُزَکِّیْھِمْ۔

شریعت نے اس طریقِ طریقت کیلئے ایک مخصوص علم وطریق پیش کیا ــــ وہ طریق ــــ ''تصور'' ــــ ''مراقبہ'' ــــ سے تعبیر ہے۔

اس طریق کی ترتیب یہ ہے۔کہ ''طالب معرفت'' ــــ ان عالموں۔عالم ناسوت۔عالم ملکوت۔عالم جبروت۔عالم لاہوت کے علم ومشاہدہ کی طلب رکھتا ہو۔تو ابتداءً ضروری ہے۔کسی ــــ ''نبی'' کسی ہادی ــــ معلم۔راہنما سے رجوع کرے۔ اس حال میں۔کہ ایسا نبی ــــ یا ''ولی'' کائناتِ عالم کی تمام کیفیات واسرار کا بالمشاہدہ علم حاصل کئے ہو۔ایسے ولی سے حصولِ علم (معرفت) میں توجہ حاصل کی جائے ــــ اس کا طریق یہ ہے۔

وَیُزَکِّیْھِمْ ــــ ایک ولی عالم باطن میں۔اپنا ایک اعلےٰ مقام ومرتبہ رکھتا ہے۔وہ کائناتِ عالم کی تمام کیفیات واسرار تک روحانی طور (روح رحمانی کے

ذریعہ) رسائی۔ ومشاہدہ حاصل کیے ہوتا ہے۔لہذا ایک ولی۔طریقِ طریقت کے مطابق ـــــ عالمِ روحانی میں (جہاں ایک ولی کا روحانی مقام ہوتا ہے) طالب پر توجہ ڈالتا ہے۔"توجہ" سے مراد اپنے "قلب" ـــــ (جہاں روح رحمانی کا مسکن ہوتا ہے) کی روح سے طالب کی روح (روحِ رحمانی جو قلب میں جذب ہوتی ہے) پر ـــــ روح سے ایک شعاع کی مانند تجلی (Ray) ڈالتا ہے۔جو طالب کی روح میں جذب ہوکر ـــــ روح کی کثافت (ناقص آثرات) جلا کر اس روح میں "جلا" ـــــ پیدا کرتی ہے۔اسی مسلسل عمل سے طالب کی روح (روح رحمانی ـــــ اور روح حیواتی دونوں روحیں) مصفا۔پاکیزہ ہوکر اس روح میں مثل آئینہ تمام عالم کی ہیئتوں۔کیفیتوں کا عکس ـــــ منعکس ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے ـــــ اس عمل میں ایک طالب۔ایک ولی کی اتباع۔تقلید میں۔یہ طریق اختیار کرتا ہے۔کہ طالب ولی کی طرف رجوع کرتا ہے۔اس حال میں۔کہ طالب آنکھیں (حواسِ خمسہ) بند کرکے۔ناری روح (روحِ حیوانی) کے ذریعہ۔ولی کی روح سے ـــــ روحانی طور۔تصور کے ساتھ۔یکسوئی کر کے رابطہ قائم کرتا ہے۔یا ولی کی روح سے "زاویہ" ملاتا ہے۔اس رابطہ سے۔ایک طرف طالب کی روح ـــــ ولی کی روح سے نسبت (تعلق یا قرب) قائم کرتی ہے۔اس نسبت سے۔مسلسل تصور و توجہ کرنے سے۔طالب کی روح ولی کی روح میں جذب ہوکر پوری قوت حاصل کر لیتی ہے ـــــ دوسری طرف ولی اپنی نوری توجہ سے طالب کی روح میں قوت پیدا کر کے وَیُزَکِّیْھِمْ۔اس میں لطافت و پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔جس عمل سے۔ولی کی روح پر طاری عکس۔(ولی کی

روح میں جذب ہونے کی صورت میں) طالب کی روح پر بھی منعکس ہو جاتا ہے ـــــ یہی عکس ایک طالب ۔ اپنے قلب (روح رحمانی) میں موجود روح پر منعکس ومشاہدہ کر لیتا ہے ـــــ اس طرح ایک طالب ایک ولی کی روح رحمانی سے نسبت و رابطہ اور ''جذب'' ۔حاصل کر کے ہر اس کیفیت کا عکس (قلب و روح کے ذریعہ) حاصل کرتا ہے۔جو کیفیت ایک ولی کے قلب پر منعکس ہوتی ہو ـــــ لہذا یہی ایک طریق مخصوص ۔شریعت وطریقت کا ہے۔جس سے ایک طالب کائناتِ عالم کی تمام ہیئت و کیفیات کا۔ادراک ـــــ اور مشاہدہ حاصل کرتا ہے۔یہی طریق۔عالم ناسوت ـــــ عالم ملکوت ـــــ عالم جبروت ـــــ عالم لاہوت ۔تا عالم نوری تا ذاتِ الٰہی کے علم ومشاہدہ۔اوران انوارتک جذب و۔رسائی کا مقرر ہے ـــــ اس طریق کی عام فہم ترکیب ـــــ

ایک طالب (طالب حق) حصولِ معرفت میں۔علم ومشاہدہ کیلئے۔ایک ولی کی صحبت میں آ کر ـــــ اپنے ابتدائی عمل میں۔ولی کی روح سے رابطہ قائم کرنے کیلئے۔ولی کی ظاہری شکل وصورت کا روحانی طور ''تصور'' کرتا ہے۔اس عمل سے۔ ایک ولی کی حافظہ میں جمع تصویر۔بار بار۔شعور پر ابھر آتی ہے۔اس تصور کو ـــــ تصورِ خیالی سے تعبیر دیا جاتا ہے ـــــ اس تصور میں اگر چہ حافظہ میں جمع شدہ تصویر ہی۔شعور پر منتقل ہوتی ہے۔لیکن اس عمل سے ذہن میں موجود ـــــ روحِ حیوانی ـــــ روحانی حیثیت میں بھی۔ولی کی روح سے نسبت قائم کرنے کا ایک عمل جاری رکھتی ہے۔جسکے نتیجہ میں۔روح کے مسلسل تصورِ ولی (تصورِ پیر) سے تصورِ خیالی سے سوا۔طالب کی

روح کا ولی کی روح سے رابطہ ونسبت قائم ہو جاتا ہے۔اس عمل سے۔تصور خیالی۔ (پیر کی خیالی تصویر) حافظہ سے منتقل ہونا موقوف ہو کر یکسر ذہن پر تصورِ روحانی ــــ (تصورِ حقیقی) قائم ہو جاتا ہے۔اس حال میں کہ طالب اپنی ذہنی روح (روحِ حیوانی) سے براہ راست پیر کی روح کا (پیر کی ہو بہو شکل میں) روحانی تصورا حاصل کر لیتا ہے۔جس میں ایک طالب۔ولی کی روحانی ہیئت ــــ پیر کی شکل وصورت میں مشاہدہ کر لیتا ہے ــــ یہ تصور اس لئے ضروری ہوتا ہے۔کہ حقیقتاً۔ولی ــــ پیر کو اسکے

ا طالب جب ابتدائی طور پر پیر کا تصور کرتا ہے۔تو لازمی ہے۔کہ پیر کی وہی ہیئت۔سامنے آتی ہے۔جو پیر کو ظاہری ہیئت میں دیکھ کر حافظہ میں جمع ہوتی ہے۔یہ تصور ''تصور خیالی'' ــــ کہلاتا ہے۔اس تصور میں پیر کی عام ظاہری شکل وشباہت ــــ خاص کر لباس وہی ہوتا ہے جو عام حالت میں۔پیر کا ہوتا ہے۔جیسے شلوار قمیض۔تہبند۔قمیض وغیرہ۔

تصوّرِ روحانی میں پیر کی ہیئت ظاہری سے سوائے پیر کی روح ــــ روح حیوانی ــــ یا روح رحمانی کی روحانی ہیئت ــــ روح کے مشاہدہ میں آتی ہے۔پیر کی اس روحانی ہیئت میں۔پیر کی اصلی شکل وصورت کے ساتھ۔پیر کے لباس کی شکل۔ظاہری ہیئت سے الگ روحانی لباس کی مشاہدے مین آتی ہے۔یہ ہیئت پیر کے روحانی وجود ــــ روحِ رحمانی کی ہوتی ہے۔یہ لباس پیر کا اس کے مقام کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔یعنی جیسے پیر کا مرتبہ ومقام ہو۔ویسا ہی لباس مشاہدے میں آتا ہے۔یعنی اول اجلاس محمدیؐ میں ــــ سفید پیراہن ــــ اور سفید چادر۔سر پر رومال مشاہدے میں آتا ہے ــــ اجلاس دوئم بیت اللہ کے مقام میں سیاہ چوغہ۔سر پر عربی طرز کا رومال سیاہ چادر۔جیسا عربوں کا لباس ہوتا ہے ــــ یہ لباس حضورﷺ کے لباس کے مشابہ ہوتا ہے۔اس لباس کے ساتھ نسواری رنگ ــــ سرخ نسواری ــــ پیلا ــــ سنہری چوغہ عمامہ چادر کی شکل میں مشاہدے میں آتا ہے۔یہ لباس پیر کے مراتب کے مطابق مشاہدے میں آتا ہے۔اس لباس سے تصورِ خیالی۔اور تصورِ حقیقی۔میں فرق وامتیاز واضح ہو جاتا ہے۔کہ آیا ایک طالب کا مشاہدہ خیالی ہے ــــ یا حقیقی ــــ اسی طرح مقامات روحانی میں بھی خیالی۔روحانی ــــ نوری ــــ مقامات کی تخصیص ہوتی ہے۔

عمل ۔تزکیہ نفس ۔عبادات کے ذریعہ۔عالم ناسوت ۔ملکوت۔ جبروت ۔لاہوت اور ذاتِ الٰہی کے نور تک (روح رحمانی کے ذریعہ) رسائی و مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ لہذا پیر کے تصور کامل ہونے کے ساتھ پیر کے مقام کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔یہی کیفیت اصل مقصد ہے۔کہ عالمِ باطن میں۔عالموں کا مرتبہ ومشاہدہ حاصل ہو ــــ لہذا۔ان عالموں میں رسائی۔ومشاہدہ حاصل ہونے کا یہی ایک ذریعہ ہوتا ہے۔کہ پیر کی روح سے نسبت وقرب ــــ اور جذب حاصل ہوکر پیر کے ذریعہ مقاماتِ باطنی کے مراتب پا کر انکا مشاہدہ وعلم حاصل کیا جائے ــــ اس مشاہدہ میں جیسا گذشتہ باب میں بیان ہوا۔کہ انسانی مشاہدہ میں۔حواسِ خمسہ باطنی ــــ روح حیوانی (ناری روح) ــــ اور روح رحمانی (نوری روح) اور فضائے کائنات میں موجود۔ناری ایثر ــــ نوری ایثر ــــ کے ذریعہ ہی۔کائناتِ عالم کی کیفیت کا علم ومشاہدہ حاصل کیا جاتا ہے ــــ اسلئے واضح ہو کہ اس باطنی عمل میں بھی یہی ذرائع حصولِ علم ومشاہدہ میں معاون ہوتے ہیں۔

واضح ہو کہ ایک طالب جب۔تصور ومراقبہ میں ایک ولی کی روح کا تصور کرتا ہے۔تو اس تصور میں پختگی قائم ہوئی۔تو اس وقت طالب اپنی روح (روحِ حیوانی) سے ولی کی روحانی شکل وصورت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ایسا ہی جیسے آنکھوں سے ایک شکل وصورت دیکھی جاتی ہے ــــ ابتدائی طور پیر عالم ناسوت کی منزل طے کر چکا ہوتا ہے۔لہذا یہ ایک فطری عمل ہے۔کہ طالب پیر کی صورت کے ساتھ۔عالمِ ناسوت کا مشاہدہ کرتا ہے۔اور جو صورت و کیفیت اس مقام کی ہے۔وہ کیفیت مشاہدہ کر لیتا

ہے ــــ اسکے ساتھ طالب طریقِ طریقت کے مطابق۔ عبادات ــــ رات جاگنا۔ روزہ (فاقہ) کا عمل جاری رکھتا ہے۔ تو اس عبادت کے نتیجہ میں ــــ اور اسکے ساتھ۔ پیر کی روحانی شکل وصورت کا بار بار مسلسل تصور کرتا ہے۔ تو اس تصور سے طالب کی روح پیر کی روح سے قرب ونسبت قائم ہونے سے قوی ہو کر۔ اس میں منازلِ اعلےٰ کی طرف پرواز ورِسائی کی صلاحیت وقوت پیدا ہوتی ہے۔ اسطرح ایک طالب تصورِ پیر کے ذریعہ ــــ پیر کی روح کو حاصل ہوئے اعلےٰ مقام کی طرف پرواز کر کے۔ عالم ناسوت کے اعلےٰ مقام تک رسائی ومشاہدہ حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ طالب عالمِ ناسوت کی اکتالیس منزلیں پیر کی روح میں جذب کے ساتھ۔ طے کر کے انکا مشاہدہ کرلیتا ہے۔ ان مقاماتِ ناسوتی میں۔ عظیم انوار ــــ باغات۔ دریاؤں۔ خوبصورت ہیئتوں کی شکل میں مشاہدہ ہوتا ہے ــــ چونکہ یہ عالم ناسوت (ناس) سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلئے ان مقامات کی سیر میں۔ انسان ــــ انسان کی روحِ حیوانی کے ذریعہ۔ زمین اور عالمِ ناری ــــ (عالم سیارگان) کی کیفیات ــــ زمین پر بسنے والے لوگوں کی ہر ہیئت وکیفیت۔ زمین میں موجود ہر کیفیت۔ زمین کے خزانے۔ مرے ہوئے انسانوں کی روحوں کے مقامات میں۔ ہر روح کا (جس میں کلام۔ اور مردہ لوگوں کے تمام حالات) مشاہدہ ہوتا ہے ــــ ان منازل میں سیر کے دوران جب طالب مسلسل عالم ناسوت کی منازل طے کرتا ہے ــــ روحانی طور اس میں۔ روحانی کمالات کا صدور ہوتا ہے۔ جس میں ''کشف''۔ یعنی لوگوں کے دلوں کے حالات۔ ''غیب''۔ مشرق ومغرب کی کیفیات۔ ماضی۔ حال۔ مستقبل کے واقعات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ان مقامات میں ایک طالب سے مافوق العقل کرامات کا صدور ہوتا ہے ـــــ یہاں تک کہ طالب۔ روحِ حیوانی (ناری روح) کے ذریعہ عالمِ ناسوت کی اکتالیس منازل طے کر کے عالم ملکوت کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

جیسا بیان ہوا۔ کہ طالب پیر کے تصور کے ساتھ ـــــ پیر کی روح میں جذب ہو کر۔ یہ مناظر۔ طالب کی روح پر منعکس ہو کر۔ طالب اپنی ذہنی۔ شعور ـــــ (شعور میں روح حیوانی۔ ناری) سے مشاہدہ کرتا ہے ـــــ اسی طریق پر طالب۔ عبادات و تزکیہ مجاہدہ۔ ریاضت۔ اور مسلسل تصور و مراقبہ سے۔ پیش قدمی کر کے۔ عالم ملکوت[۱] میں داخل ہوتا ہے۔ تو اس مقام پر بھی طالب۔ پیر کے تصور کے ساتھ ـــــ پیر کی روح میں جذب (اتصال) کے ذریعہ۔ اس عالم میں داخل ہوتا ہے۔ لیکن طالب اس مقام پر روح حیوانی کے ذریعہ عالمِ ملکوت میں داخل نہیں ہوسکتا ـــــ چونکہ یہاں عالم ناسوت ـــــ عالم ناری ـــــ کی حد ختم ہو کر نوری عالم کی ابتداً ہوتی ہے۔ اسلئے ناری وجود۔ عالمِ نوری میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اس مقام پر طالب کی روح رحمانی کے ذریعہ عمل جاری رکھا جاتا ہے۔

اس تصور میں طالب پیر کے تصور کے ساتھ۔ روضہ مدینہ منورہ کا تصور بھی شامل رکھتا ہے۔ کیونکہ عالمِ ناسوت کی اکتالیس منزلوں کے بعد عالمِ ملکوت کی ابتدأ روضہ مدینہ منورہ سے ہوتی ہے ـــــ جیسے عالمِ ناس میں۔ عالمِ ناسوت کا روحانی عالم مشاہدہ میں آتا ہے۔ اسی طرح روضہ مدینہ منورہ کے تصور میں روضہ کا باطنی (روحانی)

---

[۱] عالم ناسوت۔ عالم ملکوت۔ کی تفصیل۔ شرح منازل فقر میں بیان کی گئی ہے۔

عالم مشاہدہ میں آتا ہے۔اس عالم کی کیفیت ظاہری ہیئت سے مختلف ہے۔کہ یہاں بجائے۔ظاہری ہیئت۔گنبدِ خضرا۔اور تربت (قبر مبارک) کے ایک وسیع کمرہ (ہال) نظر آتا ہے جس میں۔دورویہ قطاروں میں کرسیوں پر بیٹھے آدمی (وقت کے اولیا) مشاہدہ میں آتے ہیں۔اور صدر میں حضور ﷺ ایک عظیم سنہری تخت پر تشریف فرما___ مشاہدے میں نظر آتے ہیں۔یہ مقام اجلاسِ محمدیؐ سے موسوم ہے۔

اس عمل میں جب ایک طالب اپنے پیر کی راہنمائی میں روضہ مدینہ منورہ کا تصور کرتا ہے۔تو پیر کی روح (روحِ رحمانی) میں جذب ہوکر۔طالب اجلاسِ محمدیؐ میں۔حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔پیر طالب کو حضور ﷺ کے پیش کرتا ہے۔کہ "طالب سلسلہ میں داخل ہوکر ہماری نسبت میں آنا چاہتا ہے" ___ تو حضور ﷺ اس درخواست کو قبول فرماتے ہیں۔اور طالب کو اجلاسِ محمدیؐ میں مقام دیکر ایک سند[1] حضور ﷺ کی طرف سے۔"حضوری اجلاسِ محمدی ہونے کی عطا کی جاتی ہے"

---

[1] یعنی اجلاسِ محمدی ﷺ سے اجلاس میں حاضر ہونے کی سند ملتی ہے۔جس میں حضور ﷺ "نبوت کی مہر" ___ ثبت فرماتے ہیں۔یہ مہر مہرِ رسالت سے علیٰحدہ ہوتی ہے۔مہر رسالت میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (محمد رسول اللہ) کندہ ہوتا ہے۔لیکن مہر نبوت میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ (اللہ اکبر للہ الحمد) کندہ ہوتا ہے۔اس حقیقت کی دلیل قرآن کی اس آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط۔وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط (پارہ ۲۶ سورۃ ۴۸ آیت ۲۹۔پارہ ۲۲ سورۃ ۳۳ آیت ۴۰) سے دی جاتی ہے۔کہ حضور ﷺ رَسُوْل ہیں۔جس میں اجرائے رسالت کے عمل میں۔اجرائے قرآن ___ احکامِ الٰہی ___ اَلدِّيْنُ الْاِسْلَامُ کی تبلیغ واشاعت میں اپنے فرامین پر بحیثیت

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

___ جس پر مہرِ نبوت ثبت ہوتی ہے۔ لہذا ایک طالب تصور و مراقبہ کی صورت میں آئندہ عالمِ ملکوت کے اول اجلاسِ محمدیؐ میں مقام پا کر "ولی"۔ کا خطاب پاتا ہے ___ روضہ مدینہ منورہ عالم ناسوت کی اکتالیس منزلوں کے بعد۔ عالم ملکوت کی پہلی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

رسول ۔مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (رسول اللہ محمد) مہر ثبت فرماتے تھے۔ یہ مہر۔"مُہرِ رسالت" ___ کہلاتی ہے ___ اسکے ساتھ ہی قرآنی الفاظ میں وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں نبوت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ کہ انبیأ کی نبوت پر مہر کرنے والے ہیں۔ جسکا تعلق نبوت سے ہے ___ یہ مہر ___ "مُہرِ نبوت" ___ کہلاتی ہے۔ اس مہر پر اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ (اللہ اکبر للہ الحمد) کندہ ہے۔

اصولِ طریقت کی رو سے۔ ہر نبی کو مقامِ نبوت حاصل کرنے کیلئے۔ تمام اسرارِ باطنی۔ مشاہدۂ ذاتِ الٰہی (جسکا ذکر قرآنی بیان۔ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا میں آتا ہے) میں عالم ملکوت میں دربارِ رسول اللہ ﷺ (اجلاس محمدیؐ) میں داخل ہو کر "نبـــوت" کی سند حاصل کرنی ہوتی ہے ___ اس سند پر حضور ﷺ ___ مُہرِ نبوت ___ ثبت فرماتے ہیں ___ اسی کیفیت کو قرآن میں وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کی صفت سے واضح کیا گیا۔

اس قرآنی آیت کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہے۔ کہ حضور ﷺ نے تبلیغِ دین میں بحیثیت رسول جو مہر استعمال کی اسے "مُہرِ رسالت"۔ کہا جاتا ہے۔ یہ مہر ابتدائے رسالت ___ قُمْ فَاَنْذِرْ ___ سے لیکر۔ انتہائے رسالت اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کے عمل تک استعمال رہی۔ اسکے ساتھ "مہر نبوت" ___ ازل سے لیکر ابد تک لائق استعمال رہیگی ___ اس کیفیتِ نبوت سے متعلق حضور ﷺ کی ایک حدیث واضح ثبوت فراہم کرتی ہے ___ کُنْتُ نَبِیًّا کَانَ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ۔ یعنی ہماری اس وقت بھی "نبی" کی حیثیت موجود تھی۔ جب آدم ابھی جسمِ بشری میں مکمل نہیں ہوئے تھے ___ یعنی آدم کے وجود سے پہلے ___ اس بیان سے مراد کہ حضور ﷺ کا وجود (وجودِ روحانی) آدم کی تخلیق سے قبل موجود تھا ___ یہ وجود عـــالـم بــاطن ___ عـــالم ملکوت (اجلاس محمدیؐ) میں ازل سے قائم تھا ___ کیونکہ عالمِ ملکوت ___ اسرارِ باطنی (اَسْمَآءَ کُلَّھَا) کی ابتدائی منزل ہے ___ جہاں حضور ﷺ ___ روحانی حیثیت میں ___ بحیثیت "نبی" جلوہ افروز ہیں ___ اسی کیفیت

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

منزل تصور کی جاتی ہے ـــــ عالمِ ملکوت کی حد۔ روضہ مدینہ منورہ (اول اجلاسِ محمدی ﷺ) سے لیکر عــرش تک ہے۔ جس میں۔ دوئم اجلاسِ محمدی ﷺ ـــــ بیت اللہ شریف (مکہ شریف) میں واقع ہے۔ یہاں پر بھی۔ طالب۔ تصور و مراقبہ میں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

کی طرف اس حدیث کا (مستعارۃ) اشارہ ہے۔ اور جب مخلوق انسانی کی ''ھــدایــت'' ـــــ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ـــــ ایک نبی ـــــ ایک رسول کا انتخاب ہوتا رہا ـــــ تو اُسے بحیثیت ''نبی'' ـــــ مبعوث ہونے کیلئے اولاً تمام اسرارِ باطنی (مثل آدم وَ عَـلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا) کا مشاہدہ کرایا جاتا تو اس مقام پر۔ حضور ﷺ کے اسی اجلاس میں داخل ہو کر ایک منتخب نبی کو آپؐ سے سندِ نبوت عطا کی جاتی ـــــ اس سند پر مُہرِ نبوت (اللہ اکبر للہ الحمد) ثبت فرماتے ـــــ یہاں تک کہ یہ سلسلہ آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری نبی تک جاری رہا ـــــ اور اب یہ مہر امتِ محمدی ﷺ کے اولیائے کاملین کو اصولِ طریقت کے مطابق ـــــ عــالــم ملکوت میں۔ دربار رسول اللہ ﷺ میں داخل ہونے پر سندِ ولایت عطا ہوتی ہے۔ جس پر مہر نبوت (اللہ اکبر للہ الحمد) ثبت کی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ آئندہ ـــــ اس قرآنی بیان کے مطابق عَسٰـى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ امتِ محمدی ﷺ کا سلسلہ قیامت تک باقی رہیگا۔ جس میں امت کے اولیائے کاملین اسرار باطنی کا مشاہدہ کرتے رہینگے ـــــ اور اولیائے کاملین۔ عالم ملکوت کے اجلاس محمدی ﷺ میں داخل ہو کر سندِ ولایت حاصل کر کے یہ طریق قیامت تک جاری رکھینگے۔ حضور ﷺ نے اسی کیفیت کی طرف اشارہ فرمایا اَلْـعُـلَمَآءُ اُمَّتِىْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِـىْٓ اِسْرَآئِيْلَ یعنی ہماری امت کے علماء (اولیائے کاملین) کو وَ طَــآئِـفَةٌ مِّـنَ الَّـذِيْنَ مَعَكَ مشاہدۂ اسرار باطنی میں۔ عالمِ ملکوت میں۔ اول اجلاسِ محمدی ﷺ (دربارِ رسول ﷺ) میں داخل ہو کر سندِ ولایت حاصل ہوگی۔

واضح ہو کہ قرآنی تاریخ سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ جسمیں کسی ذاتی تاویل کو دخل نہیں۔ بلکہ ان واقعات (بیان) کی قرآن سے ہی مفہوم و تفسیر واضح ہوتی ہے۔ کہ وَاِذْ قَـالَ رَبُّكَ لِلْـمَـلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَـاعِـلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً سے مراد ابتدائے آفرینش۔ انسانِ اول ـــــ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہبی طور۔ مشاہدۂ اسرارِ باطنی عطا کیا ـــــ جسکے لئے قرآن نے واضح الفاظ میں وَ عَـلَّـمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بجائے بیت اللہ کی چار دیواری ـــــ اور غلافِ کعبہ کے۔کعبہ کے باطن میں۔ایک وسیع نوری دریا کا مشاہدہ کرتا ہے۔اس دریائے نوری کو طریقت میں ـــــ ''دریائے توحید'' ـــــ سے موسوم کیا جاتا ہے۔اس دریا میں کئی کشتیاں تیرتی نظر آتی ہیں۔یہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

بیان میں واضح تصور پیش کیا ـــــ لہذا۔اس قرآنی بیان میں حقائق پیش کرتے ہوئے ـــــ قرآنی اصطلاح (اصطلاحِ قریش) کا خیال رکھنا ضروری ہے۔کہ قرآنی بیان میں جہاں۔اَنۡۢبِئُوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ ـــــ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ـــــ فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَهُمۡ ـــــ الفاظ کا استعمال ہوا ـــــ سوائے اسکے نہیں۔کہ یہ الفاظ ایک حقیقی مفہوم واضح کرتے ہیں ـــــ جن میں ''نَبَا'' ـــــ سے ''نبی'' ـــــ کا تصور واضح و روشن ہوتا ہے۔ان حقائق و واقعات پر غور کیا جائے۔تو واضح ہے۔کہ اَسۡمَآءَ كُلَّهَا ـــــ سے مراد۔زمین کی ادنیٰ شے سے لیکر تمام کائناتِ ناری ـــــ نوری ـــــ تا ذاتِ الٰہی اس تصور میں شامل ہے۔جنہیں۔''اسرارِ باطنی'' ـــــ یا اسرارِ الٰہی سے تعبیر دیا جاتا ہے ـــــ یہ باطنی کیفیات ہیں جنکا حضرت آدمؑ کو علم و مشاہدہ دیا گیا ـــــ جسے ''نبوت'' سے موسوم کیا گیا ـــــ بس اسکے سوا کچھ نہیں ـــــ !

یہ علم حضرت آدمؑ کو انکی پیدائش پر عطا ہوا ـــــ یہی وہ اسرارِ باطنی ہیں۔جو۔عالمِ ناسوت ـــــ عالمِ ملکوت ـــــ عالمِ جبروت ـــــ عالمِ لاھوت کی ہیئت و شکل میں کائنات میں واقع ہیں۔جنکے مشاہدہ و علم سے ایک فرد کو النبی (خبر پانے والا ـــــ خبر دینے والا) کی صفت سے پکارا گیا ـــــ لہذا قرآن میں ''اَلنَّبِیُّ'' ـــــ اسی مفہوم میں تصور کیا جاتا ہے ـــــ لہذا۔اسی تصور پر حضرت آدمؑ کو ''النبی'' ـــــ تصور کیا جاتا ہے۔

اور قرآنی بیان کی روشنی میں۔یہی علم و عمل۔مشاہدۂ اسرارِ باطنی حضرت آدمؑ کیلئے مقرر ہے۔کہ ہر لحہ مشاہدۂ اسرارِ باطنی ـــــ مشاہدۂ ذاتِ الٰہی میں مشغول و مصروف رہے ـــــ یہ تخلیقِ کائنات ـــــ تخلیقِ انسانِ ارضی ـــــ تخلیقِ آدمؑ کا ابتدائی تصور ہے۔جسے ''نبوت'' ـــــ اور ''النبی'' کے مفہوم میں سمجھا جاتا ہے ـــــ جسکی ابتدا ـــــ انتہا۔ازل سے لیکر ابد تک قائم ہوتی ہے۔

اس کے بعد قرآنی تاریخ اپنے تفصیلی بیان میں ایک اور تصور پیش کرتی ہے ـــــ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کشتیاں اولیا اللہ کے روحانی وجود سے تشبیہ دی جاتی ہیں۔ان کشتیوں میں ایک عظیم سنہری کشتی اس دریائے نوری کے وسط میں پائی جاتی ہے۔اوراس عظیم کشتی مین بھی۔ اندر ایک وسیع دالان ـــــ کی شکل میں جگہ ہے۔اس دالان میں بھی کئی اولیاً دورویہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

عَــــدُوٌّ ۔کہ مخلوق انسانی۔فساد وخونریزی پراتر آئیگی۔تو اس میں یہ صفاتِ نبوت (جو ہرانسان کیلئے مخصوص کی گئی ہے) مسخ ہوکر انسان ـــــ طغیان وانحراف میں مبتلا ہوکر۔صفاتِ نبوت۔مشاہدۂ اسرارِ باطنی سے محروم ہوجائیگا۔تو اس مقام پر قرآن ایک نیا تصور پیش کرتا ہے ـــــ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ○ (پارہ اول سورۃ ۲ آیت ۳۸) پس اس انحراف ظلمت۔مقامِ نبوت سے گرکر پستی وذلت تک پہنچنے کی صورت میں لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ج وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ○ (پارہ ۴ سورۃ ۳ آیت ۱۶۴) اللہ نے اس معزز منتخب مخلوق کی عزت وسر بلندی عطا کرنے (مشاہدۂ اسرار باطنی) کے بعد جب انسان اپنی نافرمانی کے سبب گمراہ ہوا ـــــ تو پھر میں نے انسان پر احسان کیا ـــــ کہ اپنی طرف سے ایک ہدایت (اصلاحی احکام) ایک رسول کے ذریعہ اس تک پہنچائی۔اس سلسلہ میں میں نے۔مخلوقِ انسان میں ایک فرد کی خصوصیات نبوت محفوظ کر کے۔اسکا مشاہدۂ اسرارِ باطنی محفوظ کیا ـــــ اوراس فرد کو بحیثیت نبی (النبی) منتخب کیا ـــــ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ـــــ رسول یہ کہ اسے اپنی ایک هدایت ـــــ بذریعہ وحی ـــــ (بذریعہ ملائکہ جبرائیل) اپنے احکام ـــــ (کتاب اللّٰه) کی صورت میں۔''وحی'' کی جس میں میرے احکام پیش کئے گئے۔جس پر عمل کرنے سے منحرف گمراہ انسان پھر سے اپنا مقام نبوت (مشاہدۂ اسرار باطنی) حاصل کرتا ہے۔یہ وہی مقام ہے۔جو تم نے اپنی ضلالت وگمراہی کی بدولت کھودیا تھا۔

اس قرآنی تفصیل۔سے یہ حقیقت واضح ہے۔کہ هُدًی ـــــ اور رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ـــــ میں ایک علیحدہ تصور پایا جاتا ہے۔جو نبوت سے علیحدہ ایک خاص تصور ہے۔جس عمل میں۔عملِ ''رسالت'' اور ''رسول'' کی ایک علیحدہ ہیئت واضح ہوتی ہے ـــــ چنانچہ قرآنی تاریخ سے اس عمل کی حیثیت واضح ہوتی ہے۔کہ یہ عمل ـــــ عمل

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قطار میں کرسیوں پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔اور صدر میں ــــ مثل اول اجلاسِ محمدی ﷺ کے ــــ ایک عظیم سنہری تخت پر۔ حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر بھی پیر اپنے طالب کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے۔ دوسری منزل ــــ "منزلِ توحید" ــــ کی سند عطا کرتا ہے۔اور آئندہ ایک طالب۔ منزلِ توحید

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

رسالت حضرت آدمؑ کے بعد اولادِ آدم کی نافرمانی پر حضرت نوح علیہ السلام کے بحیثیتِ نبی ــــ ایک رسول (رَسُوْلًا مِّنْهُمْ) کی حیثیت سے بعثت ہوتی ہے۔ جسکا طریق ــــ احکام الٰہی ــــ ایک ملائکہ کے ذریعہ ــــ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ ــــ مخلوقِ انسانی تک پہنچانا ــــ قرآنی تاریخ سے اس امر کی شہادت واضح ہے۔ یہ عملِ رسالت حضرت نوحؑ سے لیکر۔ قومِ بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جاری رہ کر اختتام کو پہنچا۔

اس قرآنی تفصیل سے۔"النبوت" ــــ اور "الرسالت" کا حقیقی تصور واضح ہوتا ہے ــــ کہ نبوت کا تصور۔ مشاہدۂ اسرار باطنی مشاہدۂ ذاتِ الٰہی سے تعبیر ہے ــــ اور "رسالت" وحی احکامِ الٰہی ــــ کتاب اللہ ــــ زبور ــــ توراۃ ــــ انجیل ــــ قرآن سے منسوب ہے۔ یہ عملِ رسالت مخصوص ہوا۔ قومِ بنی اسرائیل میں حضرت یعقوبؑ سے آخری رسول حضرت عیسیٰؑ تک۔ انہیں پر عملِ رسالت کا اختتام ہوا۔ کہ قومِ بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی فرد کا بحیثیت رسول انتخاب ہونا موقوف ہوگیا ــــ یہ ہے۔ عملِ رسالت کا عمل۔ اسکے ساتھ "عملِ نبوت" کا عمل حضرت آدمؑ سے لیکر قیامت تک کے ہر فرد کیلئے۔ مخصوص ہے۔ جسکا کسی موقع پر اختتام نہیں۔ یعنی یہ عمل۔ عملِ رسالت کے ساتھ۔ انبیاء بنی اسرائیل کیلئے خاص کیا گیا۔ اور حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کے ساتھ علمائے امت محمد رسول اللہ میں۔ دونوں ہیئتیں۔ عملِ رسالت۔ اجرائے قرآن وحدیث کی صورت میں۔ اور عملِ نبوت۔ اولیائے کاملین کے ذریعہ قیامت تک جاری رہیگا۔ جسکی حقیقی ہیئت یہی ہے۔ کہ مشاہدۂ اسرار باطنی میں۔ ایک طالب عالم ملکوت میں ــــ دربار رسول اللہ میں داخل ہوکر مقامِ ولایتؒ (مقامِ نبوت) حاصل کر کے ولی کا خطاب وصفت پاتا ہے۔ جس پر ایک ولی کو ولایت کی سند حضور ﷺ سے عطا ہوتی ہے۔ جس پر اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ کی مہر ثبت ہوتی ہے۔

کے مقام پر۔ اجلاسِ دوئم میں۔ ایک کرسی (مقام) حاصل کرتا ہے۔ اور آئندہ تصور و مراقبہ میں۔ ہر ساعت دریائے توحید کے اجلاس میں حاضر ہو کر۔ ان مقامات کے آثار و اسرار باطنی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ان مقامات میں۔ سات آسمانوں کی سیر۔ جنت کی سیر اور کئی اسرار کا مشاہدہ ہوتا ہے (جن کا ذکر مشاہدات[1] سے تعلق رکھتا ہے) ــــ یہ تمام آثار و اسرار عالمِ ملکوت میں شمار ہیں ــــ یہ مقامات ملائکہ کا مسکن ہیں جن کی حد عرش تک وسیع ہے ــــ ''عرش'' ــــ میں بھی حضور ﷺ کا مثل روضہ مدینہ شریف اور بیت اللہ (دریائے توحید) ایک اجلاس مشاہدہ میں آتا ہے۔ جہاں حضور ﷺ تخت نشین ہوتے ہیں۔ یہ حضور ﷺ کا تیسرا اجلاس ہے۔ اسی طرح تحت الثریٰ میں بھی ایک اجلاس مشاہدہ میں آتا ہے۔ جو چوتھا اجلاس شمار ہوتا ہے۔

عرش سے بعد عالمِ جبروت کا مقام جن میں ملائکہ کے سردار ــــ میکائیل ــــ اسرافیل ــــ عزرائیل ــــ جبرائیل۔ چار ملائکہ کے سردار مقیم ہیں۔ ان چار ملائکہ میں۔ جبرائیل علیہ السلام انکے سردار مقرر ہیں۔ جس نسبت سے یہ مقام عالمِ جبروت سے موسوم ہے۔ اس عالم کی حد۔ اور ملائکہ کی پرواز کی حد ''سدرۃ المنتھیٰ''۔ ایک عظیم نوری عالم تک ہے۔ ان عالموں کا مشاہدہ بھی اسی انداز سے ہوتا ہے۔ جس طرح اجلاس اول اور اجلاسِ دوئم کا مشاہدہ ہوتا ہے ــــ اسکے بعد عرش سے ماورا۔ نوری عالم ہے۔ جو خالص تجلیات کی صورت میں مشاہدہ میں آتے ہیں۔

واضح ہو۔ کہ ان مقامات کا مشاہدہ دو طرح سے ہوتا ہے: اول یہ کہ ایک

---

[1] شرح منازل فقر میں۔ تمام منازل و آثار و اسرار کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے (مرتبہ الحاج محمد امین صاحب اویسی کشمیری)

طالب اپنے مقام پر یکسو ہو کر۔ مراقبہ میں مشغول ہوتا ہے ـــــ مراقبہ سے مراد ـــــ
آنکھیں بند کر کے ایک مطلوبہ کیفیت کے روحانی طور مشاہدہ کرنے کا ارادہ کرنا ہے
ـــــ تو طالب کی روحانی پختگی و پاکیزگی پر طالب۔ بغیر حواس خمسہ ظاہری کے ذریعہ کے
۔ براہ راست دماغی روح ـــــ ناری روح ـــــ روحِ حیوانی سے بعینہٖ اس کیفیت کا
جاگتی حالت میں مشاہدہ کرتا ہے (دیکھ لیتا ہے) جیسے انسان جاگتی حالت میں کسی کیفیت
کو آنکھوں سے دیکھتا ہے ـــــ اسلئے پہلا طریقِ مشاہدہ یہ ہے۔ کہ طالب اپنے مقام پر
بیٹھے ـــــ ہر کیفیت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جس میں تمام عالموں۔ عالمِ ناسوت۔ عالمِ ملکوت
۔ عالمِ جبروت۔ اور ماورئی عالمِ نوری۔ ہر مقامِ نوری کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ اس حد تک کہ
اپنے مقام (زمین پر) سے ہر کیفیت کا مشاہدہ کرتا ہے ـــــ اس مشاہدہ کا ایک طریق یہ
ہے کہ طالب پیر کی روح سے رابطہ کے ساتھ ـــــ روح میں جذب ہو کر یک جان ہو
جاتا ہے ـــــ اس طرح جو کیفیاتِ نوری۔ پیر کی روح پر وارد ہوتی ہیں۔ طالب کی روح
پر اُن کیفیات کا عکس منعکس ہو جاتا ہے۔ روح چونکہ ذہن میں مقیم ہے۔ تو اس ترتیب
میں ایسے محسوس ہوتا ہے۔ جیسے طالب مثل آنکھوں کے کیفیت کا مشاہدہ کرتا ہے۔
ہاں۔ روحِ حیوانی کا مسکن۔ انسانی ذہن میں ـــــ شعور میں ہے۔ تو یہ مشاہدہ۔ شعوری
مشاہدہ سے تعبیر ہوتا ہے ـــــ لہذا ایہی طریق ہے۔ جس سے ایک شاھد (طالب) ہر
مقام ـــــ ہر کیفیت نوری کا مشاہدہ کرتا ہے ـــــ کہ اپنے مقام پر بیٹھکر۔ عالمِ ناسوت۔
عالمِ ملکوت ۔ عالمِ جبروت۔ عالمِ لاھوت اور ماورئی عالمِ نوری ـــــ تا ذاتِ الٰہی (اللّٰہ کا
نورِ مجرد) کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس مشاہدہ کا ایک طریق یہ بھی ہے۔ کہ طالب کی روح

(روحِ حیوانی ــــ روحِ رحمانی) تزکیہ۔مجاہدہ۔عبادات سے۔قوی پاکیزہ قوت حاصل کرلے۔تو پیر کی روح میں جذب کے بغیر۔خود بھی اپنی روح سے ہر مقام کا مشاہدہ کرنے کی صلاحیت پاتی ہے ــــ تو یہ کہا جاسکتا ہے۔کہ اس مشاہدہ میں مثل حواسِ خمسہ میں آنکھ کے عمل کے مانند ہر (ناری۔نوری) کیفیت نوری۔ناری۔ایثر میں جذب ہوکر انسانی ذہن میں مقیم روحِ حیوانی ــــ (ناری روح۔یا ناری ایثر) پر عکس پذیر ہوکر کیفیت مشاہدہ میں آتی ہے۔البتہ اس مشاہدہ میں ــــ مسلسل۔طویل۔مراقبہ و یکسوئی سے ذہنی قوت کو پختہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ــــ یہ اسلئے۔کہ۔عقل وشعور کی ساخت کا یہ فطری عمل ہے۔کہ حافظہ ہر صورت میں۔انسان کسی بھی حیثیت میں ہو ــــ حواس خمسہ سے آمدہ اطلاعات ــــ اور اپنی جمع شدہ کیفیات عقل وشعور پر ــــ نیند کی حالت میں ــــ اور بیداری کی حالت میں منتقل کرتا رہتا ہے۔یہاں تک کہ۔روح کے براہ راست مشاہدہ کی حالت میں بھی۔جبکہ یہ کیفیات۔شعور (شعوری روح) سے مشاہدہ کی جاتی ہیں۔حافظہ اپنی جمع شدہ کیفیات (خیالات) شعور پر منتقل کرتا ہے۔اس مقام پر ایک شاہد (طالب) کیلئے۔ذہن کی قوت قوی و پختہ ہونا ضروری ہے ــــ کہ مراقبہ و یکسوئی سے۔حافظہ کے عمل کو ارادہ سے پابند کیا جائے۔کہ خود بخود حافظہ سے بلا ارادہ خیالات شعور پر منتقل نہ ہوں ورنہ۔نوری مشاہدۂ روحی کی حالت میں بھی۔حافظہ سے خیالات شعور پر منتقل ہوکر خیالی۔اور نوری (روحانی) کیفیات گڈمڈ ہوکر مشاہدہ میں آتے ہیں۔ ایسے موقع پر خیالی تصورات۔اور روحانی تصورات کے مشاہدہ میں (نقص واقع ہو کر) اصل وفرع میں تمیز کرنا مشکل ہوجاتا ہے اور طالب خیالی تصورات کو حقیقی سمجھ کر غلط

فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور ـــــ ایک طالب (ایک ولی) اس حال میں کہ اسکی ذہنی قوت پختہ نہ ہو۔ مراقبہ میں ـــــ عالمِ ناسوت کے مقام پر ایک بیمار کی صحت کے متعلق یہ دریافت کرنا چاہتا ہے۔ کہ بیمار صحت مند ہوگا۔ یا مزید بیمار ہوگا ـــــ ایسے موقع پر چونکہ طالب کی خواہش بیمار کے صحت مند ہونے کی ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر حافظہ سے صحت مندی کی خواہش۔ بیمار کے صحت مند ہونے کی خبر دیتا ہے۔ جبکہ یہ خبر کشفِ روحی کی صورت میں نہیں ہوتی۔ تو طالب خبر دیتا ہے۔ کہ بیمار فلاں دن صحت یاب ہوگا۔ مگر واقع اسکے برعکس ہوتا ہے۔ کہ بیمار مر جاتا ہے۔ تو طالب ایسے مشاہدہ پر اصل حقیقت سے بدظن ہو کر وسوسہ شیطانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر پیر سے اس کیفیت کی تفصیل نہ پوچھے تو ایسا شخص۔ اصول طریقت کی نفی کر کے حقیقت سے منحرف ہو جاتا ہے۔ یا ایسا بھی مشاہدہ ہوتا ہے۔ کہ۔ عالمِ باطن میں ایک کیفیت (واقعہ) مشاہدہ کرتا ہے۔ جو ناپختگی ذہن و حافظہ کے باعث۔ خیالی ہوتا ہے ـــــ تو سمجھتا ہے۔ کہ یہ واقعہ (اشارہ) حقیقی کیفیت سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ یہ واقعہ حافظہ کی خیالی اختراع سے پیش آتا ہے اور روحانی کشف سے حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا ایسی خبر پر عمل کرنے سے۔ یا ایسے واقع کو عمل میں لانے سے نتیجہ غلط نکلتا ہے تو انسان۔ حقیقت پر حرف لاتا ہے۔ کہ اصل میں کشف۔ حقیقت نہیں بلکہ تخیل کی اختراع ہے۔ جسکی کوئی حقیقت نہیں۔ لہذا۔ ایسے موقع پر اگر خود پیر کی روح میں جذب حاصل کرنے کے بغیر۔ کیفیات کا مشاہدہ کیا جائے۔ تو ضروری ہے۔ ہر مقام پر ـــــ عالم ناسوت ہو۔ یا عالم ملکوت (جبکہ ہر عالم کے مشاہدہ میں حافظہ کے خیالات کی ترسیل جاری رہتی ہے) ـــــ ہر مشاہدہ کی پیر سے تعبیر لینا ضروری ہے۔

تاوقتیکہ پیر کی اصلاح وتعبیر حاصل نہ ہو۔ باطنی خبر پر عمل کرنے میں تامل کرنا چاہیے۔ اس حال میں کہ پیر کی روح میں جذب کی صورت میں۔ روحی مشاہدہ میں۔ خیالات۔ شعور میں منتقل نہیں ہوسکتے اسلیئے مشاہدہ حقیقی ہیئت میں قائم رہتا ہے۔ اسلیئے عالمِ باطن۔ عالمِ ناسوت۔ عالمِ ملکوت۔ عالمِ جبروت۔ عالمِ لاہوت۔ تا ذاتِ الٰہی۔ کے مشاہدہ کی ایک نوعیت یہ کہ طالب اپنے مقام پر قیام کی حالت میں۔ اپنی روحِ رحمانی سے ذاتِ الٰہی تک مشاہدہ کرتا ہے ـــــ اسکی دوسری نوعیت ''فنا'' ۔ کی ہے۔ یعنی ''جذب'' کی حالت میں ـــــ مشاہدہ کرنے کی۔ اس نوع میں۔ طالب کی روح (روح حیوانی) جسم (ذہن) سے وسیع (Expand) ہوکر عالم ناسوت تک پرواز کرکے۔ عالمِ ناسوت میں داخل ہوکر کیفیات کے عکس (روح میں) جذب ہوکر ـــــ شعور سے مشاہدہ کیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ روحِ حیوانی عالمِ ملکوت کی حد تک پرواز کرکے اکتالیس منازل طے کرکے ہر کیفیت کا عکس (روح میں) جذب ہوکر شعوری مشاہدہ میں آتا ہے ـــــ اور عالمِ ملکوت میں واقع کیفیات بھی اسی طرح۔ روح میں جذب ہوکر شعور (شعوری روح) سے مشاہدہ کی جاتی ہیں۔ لیکن اس مشاہدہ کی نوعیت الگ ہے کہ ناری روح ـــــ روحِ حیوانی ـــــ ناری حیثیت میں۔ عالم ملکوت میں داخل نہیں ہوسکتی۔ اس وجہ سے۔ کہ عالم ملکوت نوری وجود رکھتا ہے۔ اسلیئے اس مقام میں ـــــ روح رحمانی پرواز کرکے عالم ملکوت میں داخل ہوکر۔ کیفیات جذب ہوکر۔ پہلے۔ روحِ رحمانی کے مسکن ـــــ ''قلب'' ـــــ پر وارد ہوتی ہیں اور قلب سے۔ ذہن ـــــ ذہنی شعور کا باہم رابطہ ہوکر ـــــ روحِ حیوانی عکس حاصل کرکے عالمِ ملکوت کی کیفیاتِ نوری کا مشاہدہ کرتی ہے۔ اسی انداز سے

روحِ رحمانی۔ عالمِ ملکوت۔ جبروت۔ لاھوت اور منازل بالا تا ذاتِ الٰہی۔ ہر مقام تک پرواز ورسائی پا کر۔ روح رحمانی۔ جذب کی حالت میں۔ [illegible] ری کا عکس حاصل کر کے۔ یہ عکس قلب پر ـــ روحِ رحمانی پر منعکس ہوتا ہے۔ اور قلب سے۔ ذہنی شعور کے رابطہ سے کیفیت۔ شعور۔ روحِ حیوانی پر منتقل ہو کر۔ عالم بالا کی کیفیات کا مشاہدہ ہوتا ہے ـــ لہذا اسی ترتیب سے ـــ اسی انداز سے۔ تمام کائناتِ عالم کی کیفیات اور آثار واسرارِ الٰہی کا مشاہدہ ومعرفت حاصل کی جاتی ہے ـــ یہی طریق۔ یہی مشاہدہ کا طریق۔ اصطلاح شریعت میں طـریقت سے تعبیر دیا جاتا ہے ـــ اس بیان سے ''اصولِ تصوف'' اور ''تاریخ طریقت'' کی حقیقی ہیئت واضح کی گئی ـــ کہ ایک ولی ـــ ولی اکمل ـــ کے روحانی کمالات ومشاہدات قرآنی حکم نَافِلَةً لَّکَ کے بیان سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ روحانی علم وعمل اولیائے امت کی نسبت سے شریعتِ حقہ کی ایک اہم جز تصور کی جاتی ہے ـــ چونکہ یہ حقیقت۔ ماورائے ادراک عالمِ باطن سے تعلق رکھتی ہے۔ اسلئے اسکی قوی دلیل ایک صاحبِ مشاہدہ ولی اکمل سے ہی فراہم ہو سکتی ہے ـــ لہذا اس علم وعمل (طـریـقـت) کے حصول وفہم میں ازروئے شریعت ایک ولی اکمل کی بیعت واطاعت لازم ہوتی ہے۔

من تصنیف

محمد نور الدین اویسیؒ

تمتہ بالخیر: ۲۰ نومبر ۱۹۸۸ء

بمطابق ۹ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ